بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

# الحق

ماھنامہ

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

ماہنامہ

# الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ـــ ۲۶
شمارہ ـــ ۱
جمادی الثانی ـــ ۱۴۱۷ھ
اکتوبر ـــ ۱۹۹۶ء

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر :ـ عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ـ شفیق فاروقی

اگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون ۶۳۰۳۴۰ - ۰۵۲۲۱


## اس شمارے کے مضامین




پاکستان میں سالانہ ۱۲۰/- روپے فی پرچہ ۱۲/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ
سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

# فتح کابل

نقش آغاز

یا ایھا الناس قد جاءکم الحق

## انا فتحنا لک فتحاً مبیناً

ع -- کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔

بالآخر وہ تاریخی لمحہ آہی گیا۔ جس کا امت مسلمہ کو مدتوں سے انتظار تھا۔ اور جس خوشخبری کو سننے کیلئے کان بے تاب تھے۔ اور جس اسلامی انقلاب کیلئے آنکھیں ترستی تھیں۔ وہ فتح کابل کی صورت میں دنیا نے دیکھ لیا۔ یہ جمعہ کی بابرکت اور پر سعادت رات تھی۔ اور بدر کامل اپنی ضوء فشانیاں اس رات مجاہدین کے قدموں، کابل کی گلیوں میں نچھاور کیے جارہا تھا۔ اور یہ غازی آگے بڑھے جارہے تھے۔ اور یہ خداوند قدوس کی حکمت تھی کہ فتح کابل کو اسی بابرکت رات تک موقوف کئے رکھا۔ پھر جمعہ کے دن اس خوشی میں نماز جمعہ میں تمام امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود تھی۔ یہ تمام فتوحات اور کامیابیاں اتنی اچانک اور برق رفتار تھیں۔ کہ عقل انسانی اس کے سامنے دنگ رہ گئی تمام ماہرین جنگ اور سیاسی مبصرین ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔ یقیناً نصرت خداوندی نے لشکر محمدی کے ہاتھوں ایک زبردست انقلاب بپا کیا۔ اور وقت کے ابرہوں کے لشکر کو طالبان کی شکل میں ابابیل کے ہاتھوں تہس نہس کر دیا۔ ماضی قریب میں پہلی دفعہ کابل کو بزور شمشیر فتح کرنا ایک بہت بڑا تاریخی کارنامہ ہے۔ اور انقلابات میں جبکہ لاکھوں افراد کو اس کے فوراً بعد تہہ تیغ اور انتقام و غارت گری کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور لوٹ مار اور قتل عام کا ایک شرمناک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلہ و کذالک یفعلون ط

لیکن آفرین ان قدسی صفات پیغمبران امن و آشتی پر جنھوں نے فتح مکہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے کسی کو ظلم وستم کا نشانہ نہ بنایا اور نہ ہی لوٹ مار کا بازار گرم کیا نہ کسی کی عصمت دری کی۔ اور نہ ہی کسی کو ذلیل ورسوا کیا۔ اور دنیا کے نقشہ پر عرصہ دراز کے بعد ایک خالص، مکمل آزاد اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی گئی۔ تخت کابل کو اس کے اصل حق داروں کو واپس دلانے میں، اور اس طویل، صبر آزما، مشکل اور پر خطر راستے میں کیا کچھ پیش آیا۔ امت مسلمہ کو کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں، یہ ایک لمبی داستان ہے۔ لاکھوں افراد کے خون سے بالآخر یہ چراغ روشن ہوہی گیا اور برصغیر میں تین سو سال سے بند میخانہ روشد و ہدایت کو لاکھوں نوجوانوں نے جام شہادت نوش کر کے کھولا۔

ع ---- کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اور اس پر کمیونزم اور شہنشاہیت کا بھاری قفل جو پڑا ہوا تھا، آخر کار ضرب حیدری سے وہ کھل ہی گیا۔ امت مسلمہ کی ناؤ جو مایوسی اور قنوطیت کے گرداب میں بری طرح ہچکولے کھارہی تھی۔ بالآخر انہیں

ناخداؤں نے اس کو بھنور سے نکالا اور بے شمار طوفانوں کا مقابلہ کر کے آخر کار ساحل مقصود تک بخیر وعافیت پہنچایا۔ اب یہ ہماری بد قسمتی ہوگی۔ کہ اتنا عظیم تاریخی کام سرانجام دینے والوں کی ہم قدر نہ کریں۔ اور نہ ہی ان کی کوئی مدد اور نصرت کریں۔

آج تحریک ریشمی رومال کی کڑیاں فتح کابل کے بعد مکمل ہو گئی ہیں۔ اس تحریک کیلئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی اور امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد نے جو تاریخی جدوجہد کی تھی۔ وہ اس لئے تھی کہ کابل کو اسلامی مرکز بنا کر دنیا بھر میں خصوصاً برصغیر میں خلافت راشدہ کا عملی نمونہ پیش کیا جاسکے۔ اور اس برصغیر میں جو غیر ملکی طاقتوں کے اثرات اور باقیات ہیں۔ وہ زائل ہوجائیں۔ بالآخر وہ کوششیں اور جدوجہد بار آور ثابت ہوئیں۔ اور وہ چنگاری جو ان قدسی صفات بزرگوں اور درویشوں نے روشن کی تھی۔ وہ افغانستان کی یخ بستہ فضاؤں میں استعماری اور استبدادی ہواؤں کے تھپیڑوں کے باوجود اس عرصہ دراز کے بعد آتش فشاں (طالبان) کی صورت میں بھڑک اٹھی۔ اور پورے عالم کو اسلام کی روشنی سے منور کردیا۔

ع ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں

دوسری طرف لاکھوں افغان مسلمانوں کا قاتل غدار اور مرتد جس نے نہ صرف اپنی ہی قوم، افغانوں سے غداری کی بلکہ ہزاروں افغان دوشیزاؤں کی عصمت دری کرائی۔ اور افغانستان کے مقدر کو خراب اور تہہ بالا کرنے میں اس نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اور جس نے رسوائے زمانہ تنظیم خاد کی سربراہی کے دوران پاکستان کے شہروں میں ہزاروں بم دھماکے کرا کے بے شمار نہتے بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور جوانوں کو اڑادیا۔ پھر خصوصاً پشاور کی نواحی بستی گڑھی قمر دین سکول کے معصوم فرشتہ صفت بچوں کے پورے مکتب کو اڑادیا تھا جس میں اخباری اطلاعات کے مطابق چارسو کے لگ بھگ بچوں کے چھیتڑے اڑا دیئے اور ہنستی بستی زندگیوں کو ناکردہ گناہ کی سزا دیتے ہوئے انہیں خاک و خون میں نہلا دیا۔ اور ہرات و پکتیا وغیرہ ولایتوں میں ہزاروں افغانوں کو زندہ درگور کیا تھا۔ جس کی ایک بڑی اور زندہ جاوید مثال 25 ہزار افراد کی اجتماعی قبر کی صورت میں دنیا کے سامنے واضح ہے۔ ابھی ماضی قریب میں سربوں نے بوسنیائی مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ ہم نجیب کے قتل پر ان بدبخت بے حمیت، حیا اور دینی غیرت سے معراء نام نہاد قوم پرست اور دیگر ایسے افراد کو جنہوں نے اس قتل پر طوفان بدتمیزی بپا کر رکھا ہوا ہے۔ کیا اس عظیم ظالم اور مجرم کو کسی رحم و شفقت کا مستحق سمجھا جاسکتا ہے۔ اور کیا اس کے یہ جرائم قابل معافی تھے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ فتح مکہ کا ادھورا حوالہ دینے والے ابن خطل کے انجام سے کیوں چشم پوشی کرتے ہیں۔

بلاشبہ نجیب کا قتل ان جیسے بدکرداروں کیلئے ایک عبرت ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرعون کے بارے میں ارشاد ہے۔ فجعلناھم سلفاً و مثلاً للآخرین اور یہاں پر یہ بات بھی قابل غور

ہے۔ کہ جن لوگوں نے نجیب کیلئے ختمات قرآن کا اہتمام کیا تھا۔ کیا یہ قرآن پاک کی توہین نہیں اور کیا یہ لوگ قرآن پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ ہم ان لوگوں سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ان لاکھوں افغان مسلمانوں کے قتل پر کبھی انہوں نے تعزیت کے دو بول بھی کہے تھے ؟ کیا وہ مسلمان نہیں تھے ؟ کیا وہ پختون اور افغان نہیں تھے ؟ ع ---------بریں عقل و دانش بباید گریست۔

اور اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ بعض اسلامی جماعتیں اور ان کے زیر اثر نمائندہ جرائد ہنوز حقائق سے صرف نظر کر کے پروپیگنڈوں کے ذریعے حقائق کو مسخ کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں۔ نجیب کی موت پر حیرت ہے کہ وہ لوگ بھی جو کل تک جہاد کے سب سے بڑے حامی اور کمیونسٹوں کے سب سے بڑے مخالف نظر آرہے تھے، قوم پرستوں کے ساتھ ماتم اور عزاداری میں شریک ہیں۔

ع--- بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

اب سب سے بڑی ذمہ داری علماء کرام کی ہے کہ ان کو صحیح اور درست مشورے دیں۔ اور ان کی رہنمائی کریں۔ اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ کے جو طوفان اور جھکڑ چل رہے ہیں۔ اس کے سدباب کیلئے ان کی مدد کریں اور بالخصوص عرب ممالک اور دیگر اہل خیر حضرات کو افغانستان کی اسلامی حکومت سے تعاون اور اس کی تعمیر نو میں بھرپور حصہ لینا چاہیئے۔ اور وہ ماہرین جن کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے۔ جیسے انجنیئرز، ڈاکٹرز، ماہرین اقتصادیات و معاشیات، سائنس و ٹکنالوجی وغیرہ وغیرہ، یہ لوگ اپنی خدمات پیش کریں۔ کیونکہ ابھی اسلامی حکومت کی تشکیل کے ابتدائی خدوخال ابھر رہے ہیں۔ اور اس نوزائیدہ اسلامی حکومت کو ایک عظیم سلطنت میں ڈھالنے کا وقت ہے۔ اور فوری خصوصی توجہ نظام تعلیم پر مرکوز رکھنی چاہئے کیونکہ تعلیم ہی ملک کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے طالبان نے ابتدائی مرحلے میں تعلیمی ادارے بطور تطہیر بند کیے ہیں۔ تاکہ نصاب سے لینن وسٹالن کی غلاظت کو ختم کیا جاسکے۔ اس کی مثال ایران کا انقلاب ہے۔ کہ انہوں نے بھی تعلیمی ادارے بند کر دیے تھے۔ اور تہران یونیورسٹی انقلاب کے پانچ سال بعد تک بند پڑی تھی۔

ہماری طالبان تحریک سے یہی درخواست ہے کہ وہ جنگ کے ابتدائی مراحل میں نصاب تعلیم کی طرف توجہ دیں۔ اور اسکے لیے عالم اسلام کے ماہرین تعلیم کی ایک بورڈ تشکیل دے کر ان کے تجربات سے استفادہ کریں۔

پاکستان کی حکومت سے ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ وہ اپنی گومگو اور منافقانہ پالیسی ترک کر کے طالبان کی حکومت کو فی الفور تسلیم کرے۔ اور اسطرح بھارت اور دیگر پاکستان اور اسلام دشمن قوتوں کی سرگرمیوں کو خاک میں ملا دے۔

طالبان کی فتح دینی طبقات، علماء وصالحین، اہل مدرسہ اور اہل حق کی فتح ہے۔ طالبان کی فتح سے دنیا بھر میں حق پرستوں اور علماء کا وقار بڑھا ہے۔ اس تحریک میں پاکستان کے دینی مدارس نے جو اساسی کردار ادا کیا ہے۔ وہ قابل تحسین ہے۔ ان مدارس نے بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اپنے اسباق

۴۴۷

بند کیے۔ اور حکومتی دباؤ کا سامنا بھی انتہائی پامردی کے ساتھ کیا ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ بعض علماء کو اس خدائی تحریک کے بارے میں تردد رہا اور آخر تک شرح صدر کے انتظار میں رہے، لیکن آج بحمداللہ طالبان تحریک کے قول و فعل اور عمل نے ان تمام بے بنیاد خدشات کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ حاسدین و مخالفین کے تمام تر اندازے، تخمینے اور تجزیے غلط ثابت ہوئے۔ اور جھوٹے پروپیگنڈوں کی تمام تر سیاہی طالبان کے صاف و شفاف کردار کی وجہ سے خود انہیں مخالفین کے چہروں پر آ گری۔ اور ان کے مکروہ چہروں کو مزید سیاہ کر دیا ع ........ ترا اے روسیہ منہ اور کالا ہونے والا ہے۔

طالبان نے آج پورے عالم کفر کو للکارا ہے جس کی وجہ سے روس اور اس کے حواریوں کی نیندیں حرام ہو گئیں ہیں۔ اور وہ الماتا میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ تو افغانستان کو ہڑپ کرنے نکلے تھے۔ لیکن آج نقشہ کچھ اور ہے۔ اور خود انہیں اپنی بقا خطرے میں نظر آ رہی ہے۔

ع ..... لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب لینن گراڈ اور ماسکو میں اللہ اکبر کے نعرے گونجیں گے۔ وہاں کی فلک بوس عمارتیں طالبان کی آذانوں کے انتظار میں ہیں۔ اور بہت جلد دنیا کو یہ نوید سننے کو ملے گی۔ کہ اب اسلام کی باری ہے۔ خلافت راشدہ کا دور آنے والا ہے۔ اور دنیا بھر کے مظلوموں کی آنکھیں اسلامی انقلاب کی راہ تک رہی ہیں۔ پاکستان کے دینی مدارس اور یونیورسٹیز کے طلبہ اور پاکستان کے سنجیدہ اسلام پسند حلقوں میں طالبان جیسی تحریک کا داعیہ بیدار ہو رہا ہے۔ اور یہی داعیہ ایک عالمگیر صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب نغمہ توحید سے کرہ ارض کا چپہ چپہ گونج اٹھے گا۔ (کابل کی طرح) اور خدا کی زمین پر خدا کے نظام کا بول بالا ہو گا۔

ان الحکم الا للہ امر آلا تعبدو الا ایاہ ذالک الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون

---

پچھلے دنوں سے ہندوستان سے مسلسل ایسی پریشان کن خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ وہاں پر مسلمانوں کے مذہبی مقامات اور تاریخی مساجد کے بعد اب جان بوجھ کر اہم چیدہ چیدہ بزرگوں کے مزارات کی بے حرمتی بھی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کی جا رہی ہے۔ چند ماہ پہلے اردو ادب کے سب سے بڑے انشاء پرداز اور عظیم شاعر جناب مرزا اسد اللہ خان غالب کی قبر کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ وہ انتہائی شکستہ اور ناگفتہ بہ حالت میں ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ایوان غالب کے نام سے جو ادارہ قائم ہوا تھا، وہ آخر کس مرض کی دوا ہے۔ پھر مورخہ 26 اکتوبر روزنامہ جنگ میں، استاد ابراہیم ذوق کی قبر کے بارے میں یہ افسوس ناک رپورٹ پڑھنے کو ملی کہ استاد ذوق کے عین مزار کے اوپر مردانہ اور زنانہ بیت الخلاء بنائے گئے ہیں۔ اور قبر کا نام و نشان ہی مٹا دیا گیا ہے۔ آج استاد کی روح اپنے ہی الفاظ میں فریاد کناں ہو گی۔ ع ....

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔

ہندو، اسلام اور مسلمان دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں۔ کہ انہیں یہ تک احساس باقی نہ رہا کہ یہ عظیم لوگ خود ہندوستان کی عظمت کی دلیل ہیں۔اور اس کی علم وادب کا قیمتی اثاثہ اور ورثہ ہیں۔ گویا ہندو خود ہندوستان ہی کو مٹانے میں لگے ہوئے ہیں۔استاد ذوق کے شاگرد جناب بہادر شاہ ظفر کا ہی شعر ہے

ع ------- پس مرگ قبر پہ اے ظفر کوئی فاتحہ بھی کہاں پڑھے

وہ جو کوئی قبر کا تھا نشاں اسے ٹھوکروں نے مٹادیا

اسی طرح معاصر جریدہ "المنبر" کی وساطت سے ایک مزید خوفناک اور دردانگیز رپورٹ پڑھنے کو ملی۔ کہ عالم اسلام کے عظیم لیڈر، مذہبی پیشوا اور ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے داعی اور علمبردار امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی حالت بھی انتہائی خراب اور خستہ ہے۔اور جان بوجھ کر ایسا کیا جارہا ہے۔ حضرت مولانا کی تاریخ ساز شخصیت، ناقابل فراموش کردار، ہندوستان میں ان کی حیثیت اور عالم اسلام میں ان کی قدرومنزلت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کیا کچھ انہوں نے اسی ہندوستان کیلئے نہیں کیا۔اس ملک کو انگریزوں سے آزادی دلانے میں یقیناً آپ بہت ہی آگے تھے۔اپنی جوانی کو آزادی کی مختلف تحاریک کی نظر کردیا۔اور زندگی کا قیمتی حصہ پس دیوار زنداں گزار دیا۔اور اپنے ہی نادان بھائیوں کے ہاتھوں جو تکالیف اور مصائب برداشت کیں، وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن اور زرین باب ہے۔جس کو وقت کا ظالم تیشہ بھی نہیں مٹاسکتا۔ مولانا آزاد کو اس ہندوستان کے بقا اور اتحاد کی خاطر اپنے ہی نادان اور بے شعور ہم مذہبوں کے ہاتھوں کتنی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔اور پھر شاید ہندوستان کی کسی بھی زبان اور کسی بھی لغت میں کوئی گالی ایسی نہ بچی ہوگی۔جو آپ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ جیسے اکابرین امت کو نہ دی گئی ہو۔لیکن صد آفرین ان قدسی صفات انسانوں پر جو ایک انچ بھی اپنے مقصد سے ہٹنے آمادہ نہ ہوئے۔ آج وقت نے ثابت کردیا ہے۔ کہ موقف کس کا درست تھا۔اور "جذباتی فیصلوں" کا کیا نتیجہ نکل رہا ہے۔اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا۔ان کے موقف کی حقانیت مزید روشن اور واضح ہوتی جائے گی۔

جفا اور بے وفائی کا یہ انداز جو آج ہندوستان میں ان اساطین امت کے ساتھ روا رکھا جارہا ہے، قابل صد نفرین ہے۔ہم ہندستان کے درد مند مسلمانوں، علماء اور سیاسی زعماء سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ اپنے شاندار تہذیب اور اپنے قابل فخر اجداد کی ان نشانیوں کی حفاظت کیلئے قمر بستہ ہوجائیں، کہ آج بھی مسلمان، ہندوستان کی ایک بہت بڑی قوت ہے۔ جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ کسی بات کا فیصلہ کرے اور اس پر عمل درآمد نہ کراسکے۔

اور ہم خصوصاً محکمہ اثار قدیمہ اور دیگر ان محکموں سے جن کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ ان جیسی اہم تاریخی مقامات خانقاہوں اور مزارات کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔اور بالخصوص اکابرین دیوبند اور ندوۃ العلماء سے کہ وہ صحیح صورت حال معلوم کرکے ان پر موثر اقدام کریں۔

## عالم جلیل اور ادیب بے بدل مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کا سانحہ ارتحال

گذشتہ دنوں علمی حلقوں کو اس جگر شگاف اور دل خراش سانحہ نے افسردہ کر دیا کہ برصغیر کے مشہور عالم دین، عالم اسلام کے عظیم ادیب، محقق اور درجنوں عربی اور اردو کی تاریخی تحقیقی اور ادبی کتابوں کے مصنف جناب مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ قاضی صاحب مرحوم کافی عرصہ سے بیمار اور صاحب فراش تھے۔ ان کی وفات حسرت آیات سے جو خلا علمی حلقوں میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا پر کرنا اگر محال نہیں تو بہت ہی مشکل ضرور ہے۔ مرحوم نے تن تنہا پورے ایک اکیڈمی اور ادارے کا کام کیا ہے۔ اور عرب و عجم کو اپنی گراں مایہ تصانیف کی بدولت ایک علمی لڑی میں پرونے کی کامیاب کوششیں کیں۔ آپ کی تصانیف اور گراں قدر تحقیقات بلاشبہ حوالے کے طور پر ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔ اور برصغیر کا کوئی بھی مورخ آپ کی ان تحقیقات سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ آپ نے جو کام کیا۔ وہ عالم اسلام کیلئے ایک تاریخی اثاثہ ہے۔

بلاشبہ اس قحط الرجال دور میں آں مرحوم کا انتقال عالم اسلام بالعموم اور برصغیر کیلئے بالخصوص ایک بہت بڑا المیہ اور عظیم سانحہ و نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی ان جلیل القدر خدمات کے صلہ میں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور انکے نسبی اور روحانی پسماندگان کو اس عظیم صدمہ کی برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ الحق اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دارالعلوم میں مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔

اسی حوالے سے "الداعی" کے مدیر جناب مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب استاذ عربی ادب دارالعلوم دیوبند کا ایک قیمتی اور ادیبانہ و عالمانہ منفرد اسلوب نگارش کا مضمون شامل اشاعت ہے۔

## دارلعلوم حقانیہ کے دورہ حدیث کے طالب علم جناب محمد نذیر کی شہادت

قارئین کرام! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ افغانستان میں طالبان تحریک ملک میں قیام امن اور اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جو تاریخی جدوجہد کر رہی ہے۔ اور تاریخی قربانیوں اور ایثار کا جو زرین باب اپنے خون جگر سے رقم کر رہی ہے۔ اور جس جواں مردی کے ساتھ اپنی سرزمین کو ان عناصر سے پاک کرنے کیلئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ انہیں شاہین صفت نوجوانوں میں سے ہمارے دارالعلوم کے جواں سال وجیہہ و شکیل مولوی محمد نذیر جو کہ ہر وقت ایک فوجی واسکٹ میں ملبوس رہتا تھا اور گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محاذ جنگ میں دشمن کے ساتھ برسر پیکار ہے۔ اور بالآخر فتح کابل کے موقعہ پر پل خشتی کے قریب بت خاک کے مقام پر اسی لباس فاخرہ میں جام شہادت نوش کیا۔

آخر کیا وجہ ہے اور یہ کونسا ایسا مقناطیسی جذبہ ہے کہ کاروان عشاق کو اپنی جانب مسلسل کھینچ رہا ہے۔ اور آخر کس جنس نایاب کیلئے یہ جنس گراں مایہ لٹا رہے ہیں۔

ع------ اے کہ میگوئی چرا جامے بجانے میخری ایں سخن باساقی ما گو کہ ارزاں کردہ است

اللہ تعالیٰ نے تو مرحوم کو خلعت شاہی یعنی شہادت سے نوازا۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ ابھی ان کی فراغت اور دستاربندی میں دوماہ کا قلیل عرصہ باقی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دستار شہادت کا انتخاب فرمالیا اور ابدی مسرتوں اور سرمدی لذتوں سے بہرہ ور فرمایا۔

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیا

## دارالعلوم حقانیہ کے ایک مخلص خادم، مجذوب اور درویش کی وفات۔

دارالعلوم حقانیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جاذبیت عطا فرمائی ہے۔ کہ جہاں بھی کوئی درویش، اللہ والا اور فقیر منش قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ یہاں پر تشریف لاتے ہیں اور اپنی توجہات اور خدمات سے مدرسہ کو رونق بخشتے ہیں انہی باخدا لوگوں میں ایک دارالعلوم کے بے لوث خادم یعقوب بابا افغانی (جن کو دارالعلوم کے طالب علم "بابک" کے نام سے پکارتے تھے) وفات پاگئے۔ موصوف پچھلے ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہے ہفتہ میں پانچ دن ان کا روزہ رہتا تھا۔ اور اس میں گرمی سردی کی کوئی تخصیص اور قید نہیں تھی۔ سارا سارا دن مسجد کی صفائی میں مصروف رہتے اور ان کی یہ تمنا تھی کہ مجھے حج بیت اللہ نصیب ہوجائے۔ اور وہاں پر بیت اللہ کا خاکروب اور جھاڑو کش بن جاؤں لیکن ان کی یہ تمنا تمنا ہی رہی۔

مرحوم دارالعلوم حقانیہ کے استاذ صاحب محمد ابراہیم فانی کے بیٹھک میں مستقل طور پر دس سال تک رہائش پذیر تھے۔ اور ان کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی اہل خانہ کو اس خدمت پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ مرحوم کو دارالعلوم حقانیہ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ سے عقیدت زندگی بھر رہی اور مرنے کے بعد بھی۔ اکثر ان کے مزار پر دعا کیلئے دن میں تین چار دفعہ حاضری دیتے۔ اور حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق مدظلہ، راقم اور بڑے بھائی جان مولانا حامد الحق اور عم محترم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کا ان کے ساتھ خصوصی تعلق رہا۔ اور ہم کو ہمیشہ دعائے نیم شبی میں یاد رکھتے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

"آمین"

واللہ یقول الحق و یھدی السبیل

اشد الحق

24/10/1996

# نقش آغاز

جہاد افغانستان کے پس منظر میں آج سے
پندرہ سال قبل لکھی گئی مدیر اعلیٰ حضرت
مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی ایک
یاد گار ادارتی تحریر۔

## جہاد افغانستان کا سرچشمہ

خدا شہیدوں کی خواہشوں کو زیادہ دیر تک تشنہ تکمیل نہیں رکھتا مجھے ایسا لگتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی عظیم قیادت میں جو خون اللہ کے حضور پیش ہوا، اسکی گرمی اب محسوس ہونے لگی ہے۔ جو آواز چمرکنڈ (حضرت سید احمد شہید کے مجاہدین کا مرکز) سے اٹھی اسکی گونج آج سمرقند میں سنائی دے رہی ہے۔ اباسین (جس کے آس پاس مجاہدین سید احمد شہید کے بسیرے تھے۔) کی لہریں شہدائے کے جس خون کو بہا کرلے گئی تھیں، وہی خون گھوم پھر کر دریا آمو (جو افغانستان اور روس کو الگ کرتا ہے۔) تک پہنچ گیا ہے۔ مصنف نے صفحہ 514 پر ایک (انگریز گورنمنٹ کے) سرکاری نوٹ کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ۔

"وہ بوڑھے حاجی ترنگ زئی کو جھنجھوڑتا ہے کہ وہ ایسی دیا سلائی
روشن کریں جس سے سارا سرحد شعلہ زار بن جائے"

اس نوٹ کے لکھنے والے (انگریز سی۔ آئی۔ ڈی) کو یہ دیکھنا نصیب نہ ہوسکا کہ سرحد تو آزادی کا لالہ زار بن گیا ہے۔ لیکن یہ دیا سلائی اب بھی (جہاد افغانستان کی شکل میں) روشن ہے اور اسکی تپش وسطی ایشیا کی وادیوں اور میدانوں تک محسوس کی جارہی ہے۔ جو ترانے حاجی صاحب کے آزاد مدرسوں میں سنے جاتے تھے، آج وہی ترانے افغان مہاجرین کی خیمہ بستیوں کے سکولوں اور مکتبوں میں سنے جاتے ہیں۔ شہداء بالا کوٹ اور شاہ ولی اللہ نے جو پیغام دیا تھا اس کا ترنم آج بھی مجاہدین افغانستان کے کانوں میں گونج رہا ہے غرض یہ کہ امام شامل ہو یا ابدالی یا حاجی صاحب ترنگ زئی منزل ایک ہے مقاصد ایک ہیں۔ پانی پت۔ سومنات۔ بالا کوٹ چمرکنڈ بلقان۔ طرابلس۔ یروشلم۔ پنج شیر اور پھر بدر وحنین ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں"

مذکورہ بالا اقتباس اور حقیقت کا ایسا واضح اعتراف کسی عالم مورخ یا کسی غالی معتقد

کے کلام سے نہیں بلکہ صوبہ سرحد کے اس وقت کے سب سے بڑے سربراہ جو خود ایک فوجی جرنیل ہیں کے اس طویل خطبہ سے ہے جو انہوں نے 27 ستمبر 1981ء 5 بجے شام حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی سے متعلق ایک کتاب (مصنفہ جناب عزیز جاوید) کی تقریب رونمائی میں کہے۔
جناب لفٹیننٹ جنرل فضل حق گورنر سرحد نے موجودہ جہاد افغانستان کی کڑیاں حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی سرفروشانہ مجاہدانہ سرگرمیوں سے ملا کر ایک ایسی حقیقت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی جو معاندین کے تعصب وعناد اور دجل و تلبیس کی ہزار کوششوں کے باوجود بھی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور عیاں ہے۔ اور اسی اقتباس میں دئے گئے انگریز کے اعترافی حوالہ سے سے جہاد و حمیت اسلامی کے اصل سرچشمہ پر بھی روشنی پڑجاتی ہے۔ جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کی شکل میں پورے عالم اسلام بالخصوص شمال مغربی سرحدی علاقوں کے لئے مینار نور بنی ہوئی تھی۔ وہ جہاد حریت کا ایک ایسا پاور ہاؤس تھا۔ جس کی برقی لہریں اب بھی رواں دواں ہیں۔ اس چراغ سے حضرت حاجی صاحب بھی روشن ہوئے اور غازی انور پاشا بھی اور یہی وہ چراغ تھا۔ جو حضرت شاہ ولی اللہ اور امام المجاہدین حضرۃ سید احمد شہید کے مشکوۃ ایمان وعزیمت سے منور ہو کر ان کے مقام عزیمت وجہاد کا وارث وامین بنا۔ سید احمد شہید کی تمنائیں اور حضرت شیخ الہند کے خواب آج اس عظیم جہاد کی شکل میں شرمندہ تعبیر ہورہے ہیں۔ جو دنیا کی سب سے بڑی سامراجی قوت روس کے ساتھ جاری ہے۔ اور آج بھی جس کی باگ ڈور اسی شیخ الہند مرحوم کے تلامذہ در تلامذہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت سید احمد شہید نے جنگ اکوڑہ کی رات جس گلشن محمدی کو اپنے جان نثاروں کے خون سے پانی دیا وہی سرزمین آج لہلہا اٹھی ہے اور اپنے حقانی فرزندوں کے ذریعہ ملت کی سوکھی کھیتوں کی آبیاری کر رہی ہے۔
مجاہدین چمرکنڈ کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ مالٹا کے خلوت کدہ کو جس چراغ نے روشن کیا اسکی لو سے کوہ ہندوکش کی چٹانیں پگھل رہی ہیں۔ اور اسکی ضوفشانیوں سے کابل وغزنی اور بلخ وہرات کے میدان جگمگا اٹھے ہیں۔ شاملی اور تھانہ بھون کے میدانوں میں بلند کئے گئے تکبیر وجہاد کے نعرے دریائے آمو کے اس پار سنائی دینے لگے ہیں۔
الغرض ان بے سروسامان بوریانشین فقیروں کی سحر کاریوں کا کیا کہنا؟ جن کی قربانیاں صدی ڈیڑھ صدی گذرنے کے بعد بھی زندہ وتابندہ ہیں۔ اور جس کی روشنی میں بخارا وسمرقند تاشقند وخیوا کی گم شدہ عظمت وسطوت کی بازیابی ہورہی ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیا. ولکن لاتشعرون۔

---

ادارہ "جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب کا مضمون معوقتین پر مستشرقین کے اعتراض" کا دوسرا حصہ شائع نہ کرتے پر معذرت خواہ ہے۔

دعوت فکر و عمل

# طالبان کا سرچشمہ طاقت

محمد عبدالمنتقم دارالعلوم کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مفتی اعظم پاکستان وبانی دارالعلوم کراچی) تمثیل کے طور پر سنایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں جب نئی نئی ریل چلی تو اتفاق سے ایک دیہاتی ہندو، شہر آیا ہوا تھا، سواری کے بارے میں اس کا تصور یہ تھا کہ وہ کوئی گھوڑا یا گدھا ہوتا ہے، جس پر آدمی بیٹھتا ہے اور چلا کے لے جاتا ہے، اس لئے ریل کو دیکھ کر وہ بڑا حیران ہوا کہ اتنی بڑی اور لمبی عمارت خود بخود کیسے چل رہی ہے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی! یہ کون چلاتا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ ایک سبز جھنڈی ہوتی ہے۔ وہ جب ہلتی ہے تو یہ چلتی ہے۔ یہ سنکر ہندو بیچارہ سبز جھنڈی کے کے پاس چلا گیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی، وہاں پر موجود لوگوں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ ارے یہ کیا کر رہا ہے؟ جواب دیا کہ "یہ جھنڈی بڑی طاقتور چیز ہے، اتنی بڑی گاڑی یہ چلالیتی ہے، اس لئے اس کی ڈنڈوت کر رہا ہوں" پھر کسی نے کہا کہ ارے بھئی! یہ سبز جھنڈی کچھ بھی نہیں، اصل میں ایک گارڈ ہے، وہ جب سبز جھنڈی ہلاتا ہے۔ تو گاڑی چلتی ہے، اب یہ گارڈ کے پاس چلا گیا اور اس کے سامنے سر جھکا دیا اور کہا کہ بھئی! تو بڑا طاقتور، اتنی بڑی گاڑی تو چلالیتا ہے، گارڈ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، میرے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے کہ گاڑی کو چلاؤں، دراصل گاڑی میں جو ڈرائیور بیٹھا ہے وہ چلاتا ہے، توہم پرست ہندو نے اب ڈرائیور کے پاس جا کے اس کی ڈنڈوت شروع کر دی، ڈرائیور نے معذرت کی اور کہا کہ میں بھی کچھ نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ کل پرز... آگے پیچھے کرتا ہوں، اصل میں یہ انجن اور اس کے پیچھے بھاپ کی طاقت ہے، وہ گاڑی چلاتی ہے۔ اب یہ ہندو دیہاتی بھاپ کے پاس جا کے رک گیا۔ اور سوچنے لگا کہ بھاپ کے پیچھے کونسی قوت کارفرما ہے؟---- یہ تمثیل بیان کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اس ہندو کو چشم بصیرت اور دیدہ بینا ہو تو سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ بھاپ کی قوت کے پیچھے جس کی طاقت کارگر ہے۔ وہ اللہ جل شانہ، کی ذات ہے، جس کی حکمت وارادہ سے پوری دنیا کا نظام قائم ہے اور جس کی مشیت کے بغیر کائنات کا کوئی ذرہ ذرہ حرکت میں نہیں آتا"

روزمرہ کی زندگی میں ہمارا حال اس ہندو دیہاتی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے کہ کبھی سبز جھنڈی پر بھروسہ کرلیا، کبھی گارڈ پر یقین جمالیا اور کبھی ڈرائیور پر توکل کرکے بیٹھ گئے لیکن اس قادر مطلق ذات کا دھیان ہمیں عموماً نہیں ہوتا۔ جس نے پوری کائنات کا نظام سنبھالا ہوا ہے۔ جو آنکھیں مادے کے اس پار دیکھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوں۔ ان کو ہر جگہ وسائل واسباب کی کارفرمائی نظر آتی

ہے۔۔۔افغانستان میں طالبان کی حیرت انگیز کامیابیاں دیکھ کر متعدد حلقوں سے مختلف انداز میں تبصرے کیے جارہے ہیں ۔ جن میں اظہار خیال سے اظہار حیرت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔کہ کابل میں یہ کیا ہوگیا؟ کیسے ہوگیا؟ طالبان کون ہیں؟ ان کی یہ قوت کہاں سے ابھری؟ اور مختصر عرصے میں پورے افغانستان کے طول وعرض میں کیسے چھاگئی۔اس کی پشت پر کون سی طاقت کارفرما ہے۔کوئی کہتا ہے کہ اس کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے۔ کسی کا خیال ہے۔ کہ ان کو پاکستان نے لاکھڑا کیا ہے۔

ان تمام سوالات اور قیاس آرائیوں کے تناظر میں اسلامی طالبان کی تحریک اور اس کے پس منظر کے بارے میں چند گذارشات پیش کرنا وقت کا تقاضا معلوم ہوتا ہے۔

جب سرزمین افغانستان میں روس نے ننگی جارحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی فوجیں داخل کیں۔تو دینی مدارس کے تربیت یافتہ طلباء اور علماء کفر کی اس یلغار کو روکنے میں سب سے پیش پیش تھے۔انہوں نے ہی سولہ سالہ عظیم جہاد کی ابتداء کی پہلے وہ لاٹھیاں لے کر میدان میں اترے۔لیکن جہاد فی سبیل اللہ نے ان کو حرب وضرب کی ہر مشین اور دشمن کو زچ کرنے کا ہر فن سکھا دیا مسلمانوں کے اتحاد اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکت تھی کہ روسیوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ عبرتناک رسوائی کے ساتھ اپنی پناہ گاہ کی طرف بھاگ کھڑے ہونے پر مجبور ہوئے۔۔۔۔۔۔روسیوں کے قدم اکھڑ جانے کے بعد طالبان، مدارس میں دوبارہ واپس لوٹ آئے تاکہ وہ اپنی دینی تعلیم پوری کریں، جسے جہاد کی وجہ سے ادھورا چھوڑ آئے تھے، لیکن شامت اعمال سے افغانستان میں کوئی مستحکم حکومت قائم نہ ہوسکی، اور ملک میں قائم مختلف تنظیموں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے، ہر تنظیم سے تعلق رکھنے والے کمانڈروں نے اپنی اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کے لئے ہر طرف افراتفری کا بازار گرم کیا، اس طرح حصول آزادی کے بعد بھی کئی سال تک افغانستان میں اضطراب، بیکسی اور بدامنی کی عفریت مسلط رہی، دینی مدارس کے ان مجاہد طلبہ نے کئی سال تک اپنی مظلوم ماؤں، بہنوں اور بزرگوں کی سسکیاں سنیں اور ان کو لٹتے دیکھا، لیکن بالآخر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔اور انہوں نے عزت و آبرو اور جان ومال کی اس تباہی کو قابل برداشت نہیں سمجھا، نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے ۔ابتداء میں انکے پاس کوئی اسلحہ تھا نہ افراد کی قوت تھی، ان کے پیش نظر صرف اتنی بات تھی کہ وہ مظالم ڈھانے والوں اور افراتفری مچانے والوں کے سامنے ہاتھ جوڑیں گے، ان کی خوشامد کریں گے، تاکہ وہ اپنی شنیع حرکتوں سے باز آجائیں۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن رب کریم نے ان کے ہاتھوں میں طاقت اور زبان میں تاثیر پیدا فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام رکاوٹیں پیوند خاک ہوتی چلی گئیں، لوگوں نے اپنا اسلحہ لالاکے ان کے حوالہ کیا، اسطرح طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں مثالی امن وامان اور نظم وضبط قائم ہوا، رات کے اندھیرے میں کوئی مسافر، میلوں سونا اچھالتا جائے لیکن اس پر غلط نگاہ اٹھا کر دیکھنے والا کوئی نہیں، اب کوئی عورت تنہا سفر کرنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتی، زمام اقتدار سنبھالنے والوں میں کروفر بالکل ناپید ہے، لباس، پوشاک، رہن سہن اور طرز معاشرت میں انہوں نے

سادگی اور بے تکلفی کی وہ نرالی مثالیں قائم کیں، جن سے بے ساختہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ تواضع وللہیت میں انہوں نے وہ قابل رشک نمونے پیش کئے جو بلاشبہ صحابہ دلاتے ہیں، معروف کالم نگار جناب عرفان صدیقی صاحب "جو کچھ عرصہ قبل مولانا سمیع الحق صاحب کے وفد میں افغانستان کے دورے پر گئے ہوئے تھے" کے سفرنامہ "طالبان کا افغانستان" سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:-----

"----------یہ گورنر صاحب کا سیکرٹیریٹ ہے، بے رنگ و آب دیواریں۔شکستہ دروازے، نیم جھروکے، شیشوں سے بے نیاز کھڑکیاں، معذور میزیں، شکستہ پا کرسیاں۔ ہم اس بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے میزبانوں سے کوئی سوال پوچھ نہ پائے، بس دیکھتے رہ گئے۔ ساری عمارت ہمارے ہاں کی کسی نیشنلائزڈ مڈل اسکول کا نقشہ پیش کررہی تھیں۔سرخ وردیوں میں ملبوس چاق وچوبند اہلکار، سیاہ گھوڑوں پر بیٹھے اونچے طروں والے نیزہ بردار اور آبنوس دروازے کے دائیں بائیں کھڑے چوبدار، کچھ بھی نہ تھا۔ گاؤں کے اسکول کے ہیڈ ماسٹر جیسے ایک کمرے کے بارے میں بتایا گیا کہ "یہ گورنر صاحب کا دفتر ہے" گورنر صاحب اب بھی اسی گھر میں رہتے ہیں۔ جس میں وہ بیت المال کے ایک اہلکار کی حیثیت سے رہتے تھے۔ہم زیادہ دیر تک یہاں نہ ٹھہر سکے۔ دھوپ خاصی تیز چلی تھی، گاڑیاں گورنر صاحب کے سیکریٹریٹ سے سڑک پر آئیں تو ہم نے فٹ پاتھ پر ایک معذور شخص کو لاٹھی ٹیکتے آہستہ آہستہ چلتے دیکھا۔ اوئے یہ تو ملا محمد حسن رحمانی ہیں قندھار کے گورنر گاڑیاں رک گئیں اور وہ کسی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔میں نے ڈرائیور سے پوچھا" گورنر صاحب پیدل کیوں چل رہے تھے" وہ بولا------"ان کے پاس ایک گاڑی ہے جو آجکل آپ کے زیر استعمال ہے"-----"گورنر قندھار کی گاڑی ہمارے استعمال میں تھی اور وہ خود پیدل سفر کررہے تھے"------"میں دیر تک ملا محمد حسن رحمانی اور سردار محمد عارف نکئی کا موازنہ کرتا رہا اور آخر کار یہ سوچ کر سر جھٹک دیا کہ کہاں تصوراتی آسائشوں سے آراستہ جدید ترین گاڑی میں جلوہ فگن شخص اور کہاں قندھار کی گرد آلود سہ پہر میں ادھڑی فٹ پاتھ پر لاٹھی ٹیکتا مولوی-- دونوں رئیسان ولایت سہی، لیکن جاہ و جلال اور فقر و غنا کے معیارات او[illegible]پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں"---

امیر المومنین ملا محمد عمر کا معمول ہے کہ وہ سرشام اپنی اقامت گاہ سے نکلتے اور رات کا بیشتر حصہ مختلف بستیوں، شاہراہوں، پولیس چوکیوں اور عسکری مورچوں کے معائنے میں گذار دیتے ہیں"------(ہفت روزہ تکبیر 26 ستمبر 96ء)

اعمال واخلاق اور سیرت و کردار کے یہ وہ پر خلوص اور انمٹ نقوش ہیں، جن کے ذریعہ طالبان نے افغان عوام کے دل جیت لئے اور جن کی برکات، فتح کابل کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائیں، طالبان نے جب سے اقتدار سنبھالا افغانستان، امن وسکون کا گہوارہ بنتا جارہا ہے، وہاں کے باشندوں کو اب، چین واطمینان کی خنکی میسر آرہی ہے۔اور افغانستان کے افق پر خالص اسلامی حکومت کی ضیاء بار کرنیں طلوع ہونے لگی ہیں، جس کے لئے امت مسلمہ، مدتوں سے بیتانہ اشتیاق سے منتظر

ہے۔

"طالبان" کی تمام تر کامیابیوں کو "اللہ تعالیٰ کی تائید خاص" اور نصرت الٰہی" جیسے الفاظ سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے، بیرونی پشت پناہی یا وسائل کی فراوانی کا اس میں کچھ دخل نہیں ۔۔۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو

سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

ستقامت نصیب فرمائے" ہر قسم کے فتنہ و شر سے محفوظ رکھے

ئے خطرات سے اپنی حفاظت کرنے اور ایک مثالی

اسلامی ریاست قائم کر۔ ئے "آمین"

# دعائے صحت کی اپیل

دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور پاکستان کے مفتی اعظم شیخ طریقت حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی پر پچھلے دنوں نماز فجر میں فالج کا شدید حملہ ہوا۔ موصوف کو فوراً پشاور کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ بارہ دن تک آپ لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں رہے۔ اسی دوران ہزاروں تلامذہ اور دیگر افراد نے آپ کی عیادت کی ۔ اب آپ ہسپتال سے فارغ کردئے گئے ہیں۔ تمام علماء وصلحاء اور عامۃ المسلمین سے آپ کی صحت یابی کی اپیل ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی بیماری کی وجہ سے حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق مدظلہ تمام اساتذہ کرام اور طلبہ انتہائی پریشان ہیں۔ کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی ذات نہ صرف دارالعلوم حقانیہ اور علمی برادری بلکہ تمام ملک وملت کیلئے قیمتی اثاثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی عمر میں برکت فرما کر انکو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے

آمین

# فتح کابل کے بعد سب سے پہلے کابل جانے والے وفد کی واپسی پر تاثرات

حافظ راشد الحق ابن مولانا سمیع الحق ۔ایڈیٹر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جمعہ کی رات کو جب طالبان نے فتح کابل کا تاریخی معرکہ سر کرلیا۔اور اس کی اطلاع رات ڈھائی بجے دارالعلوم حقانیہ پہنچی تو تمام دارالعلوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔ اور اگر چہ آدھی رات کا وقت تھا۔لیکن پھر بھی تمام طلبہ اپنے احاطوں سے نکل کر فوراً سر بسجود ہوگئے ،اور ختم قرآن پاک کا اہتمام بھی کیا۔ علی الصباح دارالعلوم کا ایک وفد طلبہ کو مبارکباد دینے کیلئے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ترتیب دیا۔ چنانچہ راقم الحروف نے اپنے ساتھ دو ساتھیوں کو لے لیا اور روانہ ہوا۔ جب یہ وفد طورخم بارڈر پر پہنچا، تو لوگوں کا ایک جم غفیر سرحد کے دونوں طرف سرحد پار کرنے کیلئے موجود تھا۔ جبکہ بارڈر طالبان کی فتح کے فوراً بعد غیر معینہ مدت تک کیلئے بند ہوچکا تھا ۔اور وہاں پر متعین پاکستانی حکام اور ملیشیاء کے اہلکار اور افسران سے درخواست کے باوجود ان کو آگے نہیں جانے دیا گیا۔ بالآخر کافی تگ ودو کے بعد سرحد پار کرنے کی صورت نکل آئی ۔طورخم بارڈر پر طالبان کی طرف سے متعین آفیسر مولانا حاجی احمد جان صاحب دارالعلوم کے فاضل نکلے ۔جب ان کو معلوم ہوا، کہ دارالعلوم سے کابل کا دورہ کرنے کیلئے وفد آیا ہے ۔ تو انہوں نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور وہاں پر موجودہ دفاتر اور ملحقہ علاقے کا دورہ کرانے کے بعد اپنے ہمراہ جلال آباد کے گورنر ہاؤس لے گیا۔ بارڈر سے لیکر جلال آباد تک تمام راستے میں لوگ انتہائی خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے ۔اور فتح کی خوشی میں جگہ جگہ انگور اور مٹھائیاں تقسیم کی جارہی تھی۔ وفد گورنر ہاؤس پہنچا، تو وہاں پر دارالعلوم کے فضلاء اور طلبہ کثیر تعداد میں موجود تھے ۔انہوں نے وفد کا شاندار استقبال کیا۔اور تحریک طالبان کے اہم مرکزی رہنماء مولانا احسان اللہ احسان نے وفد کو خوش آمدید کہا ۔اور رات کے کھانے پر موجودہ صورت حال اور فتح کابل پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔ رات گورنر ہاؤس میں گذارنے کے بعد علی الصبح علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے آئے ہوئے علماء کی وفد سے ملاقات ہوئی ۔ جن میں مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب، جناب مفتی محمد ولی، جناب حضرت مولانا مفتی، عبدالسمیع، مولانا عطاء الرحمان صاحب شامل تھے ۔ کابل جانے کیلئے گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ رات ہی کو پاکستان ٹی وی اور ریڈیو کے رپورٹر بھی کابل جانے کیلئے جلال آباد پہنچ چکے تھے ۔ تین گاڑیوں پر مشتمل یہ قافلہ علی الصبح کابل روانہ ہوا۔ چنانچہ وفد پانچ گھنٹے انتہائی مشکل اور تکلیف دہ سفر کے بعد کابل کے مضافات میں صبح دس بجے داخل ہوا۔ راستے میں جابجا سڑک کے اوپر ہزاروں کی تعداد میں فوجی گاڑیاں جلے ہوئے ٹینک ،مارٹر گولے، میزائل اور ہزاروں ناکارہ شدہ بارودی سرنگیں جو کہ طالبان کی جرات، بہادری اور عالی ہمتی اور ایک عظیم معرکے کے منہ بولتی تصویریں تھیں،نظر آرہے تھے ۔ قدم

قدم پر مہینوں پہلے سرکاری فوج کی طرف سے بنائے گئے مضبوط ترین مورچے اسلحہ اور بارود کے ڈھیر اس سخت ترین اور طویل ترین پہاڑی درے میں پڑے ہوئے تھے۔اور دنیا بھر کے ماہرین حرب ان چیزوں کی بدولت ہی کابل شہر کو ناقابل تسخیر قرار دے رہے تھے۔ہمیں خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد معلوم ہوا۔کہ ان کا یہ دعویٰ مادی اور جنگی نقطہ نظر سے بالکل درست اور حق بجانب تھا۔ طالبان نے محض خدائی نصرت کے بل بوتے پر ان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کو عبور کیا صرف ایک دن کے قلیل ترین عرصہ میں حکمتیار کے مضبوط ترین ہیڈ کوارٹر سروبی کو فتح کر کے کابل کے مشہور فوجی علاقے پل چرخی میں داخل ہوئے۔اور وہاں پر کابل فوج کی طرف سے آخری شدید مزاحمت کے بعد شہر کے وسط میں داخل ہوئے اہم سرکاری عمارات پر قبضہ کیا اور قصر صدارت (ارگ) کو اپنی تحویل میں لے لیا۔طالبان نے جو سب سے بڑا اور عظیم کارنامہ انجام دیا۔وہ سابق کمیونسٹ افغان صدر، لاکھوں بے گناہ افغانوں کے قاتل، بدنام زمانہ تنظیم خاد کے سربراہ اور پاکستان کے ازلی دشمن ڈاکٹر نجیب اللہ (مرتد) کی گرفتاری اور فی الفور انکو پھانسی اور تختہ دار پر لٹکا دینا تھا۔ہم کابل شہر کے مشہور چوک آریانا چوک پہنچے۔جہاں پر نجیب اللہ کو پھانسی دی گئی تھی۔اور وہاں پر لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔سابق کمیونسٹوں کو اپنی جان کی پڑی ہوئی تھی۔وفد نے شہر بھر میں مختلف لوگوں سے ان کے تاثرات معلوم کیے۔ اکثریت نے طالبان کی آمد پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔لوگوں نے بتایا کہ گذشتہ اٹھارہ برس میں پہلی دفعہ کابل کے اندر گولیوں کی آواز نہیں سنی۔اور نہ کوئی راکٹ گرا۔نہ کوئی لوٹ مار یا غارت گری ہوئی۔طالبان کے آتے ہی لوگوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔اور ان کے ٹینکوں کو ہار پہنائے اور خوشی میں انگور تقسیم کیے۔ایک ٹینک ارگ کے مین گیٹ پر پھولوں سے لدا کھڑا تھا۔طالبان نے فتح مکہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے تمام شہر میں عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔اور لوگوں سے کہا تھا۔کہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں صبح سے مشغول ہوجائیں۔اور عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا۔اور جو ملازمت پیشہ خواتین تھیں۔ان کو اپنے گھر میں تنخواہ دینے کا اعلان کیا۔قانون الٰہی "وقرن فی بیوتکن" کے تحت شرعی حجاب لازمی قرار دیا گیا۔عوام نے طالبان کے انہی اقدامات کو سراہا۔لوگوں نے بتایا کہ ہمیں دو چیزوں کی اشد ضرورت ہے۔ایک امن وامان یعنی جان ومال اور آبرو وناموس کی حفاظت اور دوسری ناقابل برداشت مہنگائی سے چھٹکارا، طالبان کی آمد سے یہ دونوں چیزیں ہمیں میسر ہوچکی ہیں۔طالبان کی آمد سے ایک دن قبل کابل میں ایک گیلن تیل کی قیمت ساٹھ ہزار افغانی تھی۔اور طالبان کی آمد کے دوسرے روز یہ قیمت گھٹ کر پچیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔اور قیمتیں مزید گر رہی تھیں۔دوسرے روز وفد نے مولانا شیر علی شاہ المدنی دامت برکاتہم جو کہ اسی دن ہم سے ایک گھنٹہ تاخیر سے پہنچے تھے۔اور جن کا طالبان تحریک میں ایک نمایاں اور موثر کردار رہا ہے۔اور مفتی نظام الدین کی معیت میں کابل کی چھ رکنی کمیٹی اور ملا ربانی صاحب کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی اور انہیں مولانا سمیع الحق صاحب اور دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کی طرف سے مبارک باد کا پیغام پہنچایا۔اور انہیں اس نئی

صورتحال میں مفید تجاویز اور مشورے دیے۔ ملا ربانی صاحب نے شکریہ ادا کیا اور دعوت دی کہ آپ جب تک چاہیں کابل میں ہمارے مہمان رہیں۔

وفد تین دن تک کابل کے انٹر کانٹینینٹل ہوٹل میں مقیم رہا اور وہاں پر لاکھوں روپے کی برہنہ و نیم برہنہ نصب شدہ بت توڑنے میں دیگر طالبان کے ساتھ شریک رہے۔ اور یوں سلطان محمود غزنوی ہی کے دیس میں ان کی رسم بت شکنی کی یاد تازہ کردی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ وفد نے کابل کے مختلف علاقوں کا بھی دورہ کیا۔ اور خصوصاً پغمان جو کہ استاد سیاف کا ہیڈ کوارٹر تھا، وہ بھی دیکھا۔ اور ان کے شاندار اور شاہانہ محلات کا مشاہدہ کیا۔ وہاں پر شاہانہ کروفر کی تمام سہولیات موجود تھیں۔ جو کہ اب لشکر محمدی کے دست تصرف میں تھیں۔ ع ----- انقلابات ہیں زمانے کے فاعتبروا یااولی الابصار۔

اس کے بعد وفد نے دوسرے دن بروز اتوار مختلف علماء کمانڈرز اور پاکستان سے آئے ہوئے خصوصی وفد کے ارکان کے ساتھ ہوٹل کی لابی میں ملاقات کی۔ وفد کے سربراہ بریگیڈیئر محمد یوسف سے افغانستان کی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ اس کے بعد ہم لوگ پرانے شہر کو گئے جو کہ ویران کھنڈرات کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ اور اپنے ہی باسیوں کے ہاتھوں زخم زخم تھا۔ یعنی گل بدین حکمتیار اور احمد شاہ مسعود کے پانچ سالہ اقتدار جنگ کا نتیجہ تھا

سے ----- میں اگر کچھ سوختہ ساماں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

ہم نے لوگوں سے اس تباہی کے اصل محرک کے بارے میں دریافت کہ آیا یہ روسیوں اور شورویوں کی کارستانیاں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سب کیا دھرا انہوں ہی کی ریشہ دوانیوں کا ثمرہ ہے، اس کے بعد ہم نے کابل میں موجود بعض صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر گئے۔ وہاں پر جو منظر ہم نے دیکھا، تو وہ بہت ہی افسوسناک اور دردناک تھا۔ اس لیے کہ ان کے مزارات مقدسہ بھی ان بدبختوں کے باہمی قتل وقتال اور جنگ وجدل کے اثرات سے محفوظ نہ تھے۔ اور جابجا ان پر مارٹر گولوں کے نشانات اور سوراخ نظر آرہے تھے۔ ع ----- اب وہ مینار ہے ہیں نشان مزار بھی

کابل شہر اور اس کے گرد ونواح کے دیکھنے کے بعد ہم لوگ واپس ہوٹل آئے۔ اور شام کے وقت کراچی کے علماء کا وفد واپس پاکستان روانہ ہوا۔ اور ہم لوگ ایک دو روز کیلئے مزید کابل شہر میں رہے۔ اور دارالعلوم کے فضلاء کے ساتھ مختلف محاذوں پر ملاقاتیں کیں۔ الحمدللہ طورخم کے بارڈر سے لیکر چمن کے بارڈر تک ہر جگہ آپ کو حقانیہ کے فضلاء نظر آئیں گے۔ جو اس وقت افغانستان میں اہم ترین مناصب پر فائز ہیں۔ یہ اس لیے کہ دارالعلوم حقانیہ صرف ایک تعلیمی درس گاہ نہیں بلکہ اس میں طالب علم کی ہر قسم کی تربیتی نشوونما ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے ہمیشہ ہمارے فضلاء ہر میدان میں ممتاز رہے ہیں۔ عسکری محاذ ہو یا علمی جولان گاہ پارلیمنٹ ہاؤس ہو یا عصری یونیورسٹیاں میدان صحافت ہو یا ادبی معرکہ آرائی الغرض زندگی کے تمام میدانوں میں یہ قابل فخر سپوت مصروف تگ وتاز ہیں۔ بہر حال ایک

بقیہ ص ۲۶

# طالبان افغانستان کی شرعی حکومت میں چند روز

مولانا عبدالقیوم حقانی

پاک افغان سرحد پر پاکستانی حکام کی رکاوٹ

یہاں پر ظہر کی نماز ادا کی اور سوئے منزل روانگی ہوئی
ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ قافلہ پاک افغان سرحد پر پہنچ گیا پاکستانی حکومتی کارندوں نے روڈ بلاک کر دیا مقامی افسر نے مولانا سمیع الحق صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر پاسپورٹ طلب کیا اور پھر بتایا کہ صبح سے ملک بھر کی مختلف ایجنسیوں کے فون پر فون آ رہے ہیں کہ مولانا سمیع الحق نے افغانستان جانا ہے اور یہیں سے گذرنا ہے ابھی گزرے ہیں کہ نہیں ؟ ان کے ساتھ کون کون ہیں ؟ الوداع کہنے والے کون ہیں ؟ آگے لینے والے کون ہیں ؟ قافلہ کتنا ہےاوران کے کیا عزائم ہیں ؟
قافلہ کافی دیر رکا رہا۔ پاکستان کے حکمرانوں کے کچھ مقاصد تھے ادھر منتظر طالبان اور ان کا سیکورٹی سٹاف اور طالبان قیادت شدت سے منتظر تھی۔ شرکاء قافلہ پریشان تھے کہ نفاذ شریعت کی مقدس سرزمین کی سرحد پر پہنچ کر کہیں محروم نہ کر دیئے جائیں انہوں نے بارگاہ صمدیت میں اخلاص سے دعائیں شروع کر دیں اپنے اوراد و وظائف پر توجہ اور پھر مولانا سمیع الحق کے حکومت پاکستان کے ذمہ داروں سے ردو کد کے بعد بالاخر مسبب الاسباب کے فضل و کرم سے راستہ کھول دیا گیا اور مولانا سمیع الحق کے پاسپورٹ پر خروج کی مہر لگانے پر اکتفا کیا گیا افغانستان کی سرحد میں داخل ہوئے تو طالبان کے حفاظتی دستوں سیکورٹی کے عملے اور مقامی قیادت نے قافلے کو اپنے ہاں کے روایتی انداز میں اپنی حفاظت میں لے لیا۔

## سپین بولدک پر استقبال

جب قافلہ قدرے آگے بڑھا تو افغانستان کے سرحدی علاقہ سپین بولدک میں طالبان کی قیادت ' اعلی حکام اور حکومت کے مختلف عہدیداروں ' علماء و مشائخ دارالعلوم حقانیہ کے رجحانی ابناء اور مولانا کے تلامذہ نے استقبال کیا

## ہیلی کاپٹروں کی بجائے بائی روڈ سفر کو ترجیح

طالبان کی قیادت اور مقامی حکام کی خواہش تھی کہ یہیں سے قافلہ کو ہیلی کاپٹروں کے

ذریعہ قندہار لیجایا جائے چنانچہ کوئٹہ میں طالبان رہنماؤں کا بھی یہی اصرار تھا مگر مولانا سمیع الحق کا اصرار تھا کہ چودہ سالہ جہاد اور اس وقت نفاذ شریعت کی وجہ سے یہ سرزمین مقدس ہے اس کے کھنڈرات یورپ و امریکہ کے باغات پر کروڑ ھا درجے فوقیت رکھتے ہیں یہاں کی گرد و غبار کے ذرات مقدس ہیں یہاں کی سرزمین میں شہیدوں کا لہو ہے۔

اس زمین میں جتنا چلا جائے یہاں کے گرد و غبار سے جتنی محبت کی جائے اور یہاں کی مقدس فضاؤں میں زندگی کے جتنے سانس گزارے جائیں بس یہی متاع زیست ہے۔

فرمایا ہم تو چاہتے ہیں کہ اس سرزمین پر پاؤں سے نہیں بلکہ پلکوں کے بل چلیں ایک ایک چپہ پر سجدہ شکر بجا لائیں ایک ایک درخت ایک ایک دیوار اور ایک ایک پتھر اور یہاں کی زمین کے ذرہ ذرہ سے زبان حال سے جہاد کی داستان سنیں۔ چونکہ مولانا کسی طرح بھی ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ قندھار جانے کے لئے رضامند نہیں تھے اس لئے یہاں کی قیادت نے خوب سرکاری پر پروٹوکول کے ساتھ ہائی ایس ، فلائنگ کوچوں ، پجارو اور کروزین گاڑیوں کا انتظام کر رکھا تھا ارکان قافلہ کو گاڑیوں میں بٹھا کر آگے سوئے منزل روانگی کا پروگرام مرتب کر لیا گیا۔

## شوق منزل

اب قافلہ سوئے منزل رواں ہوا دھوپ سامنے کی تھی سورج کی تمازت میں حدت تھی مگر شوق عشق و محبت، ایمانی ولولے اور تحریک طالبان اور نفاذ شریعت کی مہم سے شعوری، والہانہ اور جذباتی تعلق نے مشکل کو آسان اور کانٹوں کو پھولوں کا سیج بنا دیا۔

گرمی کی شدت ، سڑک کے گڑھوں ، گرد و غبار کے بادلوں ، کھنڈر راستوں ، اجڑی بستیوں ، تباہ حال شہروں ، تباہ حال معیشت کے مناظر پس منظر میں روسی بربریت کا تصور اور ان کی سفاکانہ یلغار کا تصور اور روسی جارحیت کے تباہ کن اثرات نے فکر و ذہن اور تخیل کی دنیا کو ہلا کے رکھ دیا تھا شام کے چار بج رہے تھے پیاس نے بھی ساتھیوں کو بے تاب کر دیا تھا امیر قافلہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بھی شرکاء قافلہ کی طرح گرمی کی حدت اور سفر کی شدت نے بشری فطری تقاضوں کے پیش نظر متاثر کر دیا تھا۔ کہ اچانک سڑک کے بائیں جانب ایک چھوٹی سی بستی پر نظر پڑی پانی کی مشین لگی ہوئی تھی زمین سیراب ہو رہی تھی اور آنے جانے والے مسافر حسب

ضرورت غسل وضو اور پینے کے لئے پانی استعمال کر رہے تھے۔
مولانا سمیع الحق نے اپنی گاڑی روک لی تو سارا قافلہ رک گیا تقاضے پورے کئے وضو بنایا افغانی رہنما اور سوال محمد حکیم نے قریب کی افغانی دکان سے سردوں کی خریداری شروع کر دی اس دکان میں ایک طرف پرانا بوریا بچھا دیا امیر قافلہ قائد محترم مولانا سمیع الحق مولانا اسفندیار خان اور دیگر بزرگ علماء کو اس پر بٹھا یا اور خود سردے (افغانی خربوزے) کاٹ کاٹ کر سامنے رکھنے شروع کر دیے دیگر رفقاء کو بلایا گیا تو دکاندار کی چاندی بن گئی سردوں پر سردے کاٹے جا رہے ہیں اور شرکاء قافلہ تناول فرما رہے ہیں یہاں پاکستان میں جو سردہ ساٹھ روپے میں ملتا ہے وہاں اس کی قیمت چھ روپے سے بھی کم بنتی تھی اتنے بڑے قافلے نے خوب جی بھر کر سردے کھائے جس پر مجموعہ خرچہ تین لاکھ افغانی آیا جو پاکستان کے غالباً تین سو روپے بنتے ہیں۔ راستے میں جگہ جگہ پانی اور یا کہیں سبزہ زار ہوتا اور طالبان کی سیکورٹی اسٹاف کے ارکان مناسب سمجھتے تو قافلے کو روک لیتے ارکان قافلہ کو ٹھنڈے اور تازہ پانی اور سبزہ زار سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتے تھکاوٹ بھی دور ہوتی تازگی اور نشاط حاصل ہوتا اور قریب کے کھنڈرات اور اجڑی بستیوں سے جہاد کے تاریخی پس منظر سوویت یونین کی درندگی اور مجاہدین کے استقامت و شجاعت کے تخیل سے ایمانی تازگی اور جہادی ولولہ کو مہمیز ملتی۔

## مولانا سے افغانیوں کی محبت و اشتیاق اور ایک نظر دیکھنے کے لئے بے چینی و اضطراب

عصر کی نماز راستے میں پڑھی ہوا یوں کہ میری گاڑی کے ڈرائیور نے ایکسیلٹر دبایا اور قافلے سے آگے نکل گیا ان کا مزاج بھی تیز رفتاری کا تھا مگر مجھے قدم قدم پر کھنڈر سڑک پر اندیشہ ہائے پر خطر کی ڈیپریشن سے بھی واسطہ رہا ڈرائیور اگرچہ افغانی تھا مگر احقر سے دس بارہ سالہ قدیم تعلق کی بناء پر بے تکلف تھا اسے جب اندازہ ہوا کہ مجھے تیز رفتاری سے چڑ ہے تو اسنے مزید کرتب دکھائے۔ بے ہنگم گاڑی کو بھگاتا اور اپنے کرتب دکھاتا رہا اس بے جا اخلاص اور والہانہ محبت کی سزا اب تک بھگت رہا ہوں سفر افغانستان میں ملیریا ہو گیا جو ٹائیفائیڈ میں تبدیل ہو گیا۔ بہرحال ہم لوگ قافلے

سے بہت آگے نکل گئے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا دور سے سبزہ زار نظر آیا قریب آئے تو پانی کا نالہ تھا یہیں نماز پڑھنے کا فیصلہ کر لیا گاڑی روکی وضو بنایا نماز پڑھنے کے لئے قریب کے چھپر نما ہوٹل کے لئے جانے لگے تو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی گاڑی بھی پہنچ گئی جبکہ ان سے قبل حضرت مولانا اسفندیار مدظلہ کی گاڑی بھی پہنچ چکی تھی وہ بھی ہمارے ساتھ نماز کے لئے رک گئے تھے۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ہمیں پانی کے کنارے دیکھا تو ظرافتہ" فرمایا مولوی جہاں پانی دیکھتا ہے اسے وضو اور استنجا کرنا یاد آجاتا ہے ہم لوگوں نے معمول کے وقت سے قدرے قبل نماز پڑھ لینے کے لئے گاڑیاں روک دی تھیں مولانا اور ان کے قافلے کی رائے میں آگے کسی خاص متعین مقام پر نماز پڑھنے کا شوق تھا وہ آگے بڑھ گئے۔

ہم نے چھپر تلے نماز پڑھی مولانا اسفندیار مدظلہ امام تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے گاڑیوں میں بیٹھے تو دور سے کچھ لوگ بھاگتے ہوئے نظر آئے ہم رک گئے چند لمحے بعد دو تین بوڑھے کچھ جوان اور بچوں کی ایک کثیر تعداد نے ہمیں گھیر لیا سواد اعظم اہل سنت کے مولانا اسفندیار کو انہوں نے دور سے نماز پڑھاتے اور پھر گاڑی میں بیٹھے دیکھ لیا تھا اور گاڑی ان کی نکل چکی تھی وہ لوگ کہنے لگے ہم نے صبح سے سنا تھا کہ اکوڑہ خٹک حقانیہ والے مولانا سمیع الحق آج یا کل قندہار آنے والے ہیں ہم نے اس چھپر تلے دور سے ایک بزرگ کو نماز پڑھاتے دیکھا اندازہ لگایا یہی مولانا سمیع الحق ہوں گے ہم نے ان کی زیارت و ملاقات کے لئے دوڑ لگائی مگر بدقسمتی سے چند قدموں کے فاصلے کے باوجود ان کی گاڑی ہم سے نکل گئی اور ہم ملاقات سے محروم رہ گئے۔ میں نے عرض کیا آپ خوش نصیب ہیں علماء سے اہل حق سے محبت کرتے ہیں مولانا سمیع الحق مدظلہ اس سے قبل تشریف لیجا چکے ہیں اور جن صاحب کو آپ نے دور سے دیکھا یہ کراچی کے مولانا اسفندیار تھے انہیں جب میری حقانیہ، حضرت بانی اور مولانا سمیع الحق مدظلہ سے نسبت کا انہیں علم ہوا تو دل و جان سے نچھاور ہو رہے تھے اور ان کے اخلاص و محبت اور شفقت ودالہیت کا منظر دیدنی تھا۔

## قندھار شہر میں داخلہ اور ریاست تشریفات میں تعارفی نشست

نماز مغرب سے قدرے قبل قافلہ قندھار شہر میں داخل ہوا شہر کے مختلف سڑکوں

بازاروں سے ہوتے ہوئے ریاست تشریفات سرکاری مہمان خانے میں لیجایا گیا تحریک طالبان کے مقامی حکام نے افغانی روایات سمیت پاکستانی احباب کی پسند کو بھی ملحوظ رکھا خالص افغانی قہوہ ' دودھ والی چائے انگور ' اور سردوں سے تواضع کی گئی نماز مغرب کا وقت قریب تھا ضیافت سے فارغ ہوئے تو نماز مغرب پڑھی گئی تحریک طالبان کے اعلیٰ ترین رہنماؤں سے مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ عشاء کے بعد قندہار کے والی (گورنر) تحریک طالبان کی بااختیار مجلس شورائے عالی کے معزز ارکان اور مقامی حکام کی مہمانوں کے ساتھ ایک تعارفی نشست ہو جانی چاہیے۔

میزبانوں کو جہاں مہمانوں کے طویل سفر ' تھکاوٹ اور آرام و راحت پہنچانے کا احساس تھا وہاں مہمانوں کو میزبانون کے اپنے حالات ' ضروریات ' انتظامی امور حربی حالات اور ہنگامی واقعات میں ابتلاء و امتحان کا اس سے بھی بڑھ کر احساس تھا۔

## طالبان محاذ جنگ کا اپنے استاذ کی خدمت میں اعزازیہ

عشاء کی نشست سے قبل قبل مولانا سمیع الحق کے ایک تلمیذ رشید نے یہ خبر پہنچا دی کہ ربانی کی فوجوں سے محاذ جنگ پر صف آراء طالبان کو یہ خبر مل چکی ہے کہ ہمارے استاد حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ قندھار مرکز تشریف لا چکے ہیں وہ اسی جوش مسرت ولولہ جہاد اور اپنے شیخ اور سرپرست کے اعزاز میں مخالف فریق کے ایک اہم مرکز سپینہ شگہ پر قبضے کی غرض سے پیش قدمی شروع کر چکے ہیں سپینہ شگہ وہ مقام ہے جہاں ایک مخالف فریق نے اپنے اسلحہ کو محفوظ رکھا گذشتہ چودہ سالہ جہاد میں مستقبل میں اپنی فوجی قوت کو محفوظ رکھنے اور مستحکم بنانے کی غرض سے انہوں نے یہاں بڑے اسلحہ ڈپو بنائے طالبان نے قبضہ کے بعد 800 بڑی گاڑیاں اسلحہ سے بھر کر اپنے مراکز میں منتقل کر دیے مگر ابھی ڈپو اسلحہ سے اٹے پڑے ہیں بہرحال مولانا سمیع الحق صاحب نے جب خبر سنی تو تمام توجہ ادھر رہتی تاہم یہ ایسی بات تھی جسے اپنے احباب پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا تھا راز کی بات تھی معاملہ بڑا حساس تھا مرکزی قیادت کی تمام تر توجہ بھی ادھر تھی لمحہ لمحہ مشاورت ' مخابرت اور ہدایات میں گذر تا تھا ادھر روسی طیارہ بھی دو ایک دن قبل قندہار سے بڑی شاطرانہ سازش کے ذریعہ اغوا ہوا تھا نگرانی کرنے والے تین طلبہ شارجہ میں اتارے گئے تھے ان کی رہائی کیلئے بھی

تگ و دو جاری تھی

# ہدیہ تبریک بر
# فتح کابل
# ازدست تحریک طالبان

حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یہ فتح مبیں فتح کابل مبارک — بہ فضل متیں فتح کابل مبارک
نظام خلافت کا ہوگا اب احیاء۔ — بروئے زمیں فتح کابل مبارک
خدانے رکھی لاج نام عمر کی — امیر امیں فتح کابل مبارک
ندا آرہی ہے صدا آرہی ہے — زعرش بریں فتح کابل مبارک
زباں ہے یوں مشغول حمد خداوند — بسجدہ جبیں فتح کابل مبارک
جہاد مقدس کی تکمیل ہوگی — مرے ہم نشیں فتح کابل مبارک
ذلیل اور خائب ہوئے سارے دشمن — کھلاباب دیں فتح کابل مبارک۔
مقابل ہے تیرا جنود الہیٰ — عدوئے لعیں فتح کابل مبارک۔
گلستان ملت پہ آئی ہے نکہت — بہار آفریں فتح کابل مبارک
نہیں ہونے دیں گے یہ خون شہیداں — یوں ضائع کہیں فتح کابل مبارک
تمنا مسلماں کی اب ہوگی پوری — مجھے ہے یقیں فتح کابل مبارک
فلسطین وشیشان وبسنا بھی دیں کے — ہوں زیر نگیں فتح کابل مبارک
منافق بھی کہتا ہے مجبور ہوکر — بقلب حزیں فتح کابل مبارک
ہے فانی عاجز کا ادنیٰ سا تحفہ — یہ نظم حسیں فتح کابل مبارک

# طالبان کا عدالتی نظام

مولانا عبدالقیوم حقانی

## عدلیہ کے تفصیلی کردار پر جج کی مفصل گفتگو

23 اگست ! حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی قیادت میں جانے والے وفد کی آج قندھار میں دوسری صبح تھی قندھار کے ریڈیو کے بار بار کے خبرنامے سے صوبہ بھر کے علماء مشائخ طلبہ عوام اور جامعہ حقانیہ سے محبت اور تعلق رکھنے والے اور غائبانہ مولانا کے مخلصین اور عقیدت مندوں کو ان کی تشریف آوری اور قندھار میں موجودگی کا علم ہو چکا تھا 21 اگست کو مولانا سے ملاقات کرنے والے خواص و عوام کے وفود کی ملاقاتوں نے مولانا کی آمد کی خبر کو پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلا دیا تھا۔ پھر گذشتہ روز باقاعدہ بھرپور سرکاری پروٹوکول کے ساتھ مولانا سمیع الحق اور اس کے رفقاء کو قندھار کے مختلف اطراف مرکزی مقامات تاریخی مناظر سیرگاہوں اور خرقہ شریف کی زیارت کے لئے گاڑیوں کے طویل جلوس کے جلو میں لیجایا گیا بہرحال 23 اگست کی صبح ہوئی نماز باجماعت ادا ہوئی تو اطراف و اکناف سے طلباء علماء مشائخ اور معززین شہر کے قافلے سرکاری مہمان خانہ میں وارد ہونے لگے محبین و مخلصین اور مشتاقین کی مولانا کو ایک نظر دیکھ لینے اور دور سے زیارت کر لینے کی تمنا تھی۔ مولانا کے قریبی ساتھیوں نے رات گئے تک ان کی افغان قیادت کے ساتھ مشاورت اور کثرت مشاغل اور ان کے صبح کے معمولات کی تکمیل کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر یہ مشورہ کر لیا کہ حضرت کو اطمینان سے 9 ' 10 بجے تک اپنے معمولات مکمل کر لینے کا مشورہ دیا جائے اور اس پر سختی سے عمل کرایا جائے ورنہ سارے دن کے کام اور الا هم فالاهم مشاغل متاثر ہوں گے۔

چنانچہ احباب کے اصرار پر حضرت کو سرکاری مہمان خانے سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا جہاں طالبان کی قیادت اپنے رفقاء کار اور شرکاء سفر کی باہمی مشاورت سے کئی ایک اہم امور اور مسائل نمٹائے گئے۔

ادھر صبح کے سات بجے ہوئے تو مہمان خانہ مخلصین و الہین کے ہجوم سے اٹا پڑا تھا اسی اثناء میں علماء و مشائخ کی ایک بھاری جمعیت پر مشتمل ایک بہت بڑا وفد حاضر ہوا جن کی نگاہوں میں حق کا تجسس پیشانی پر علم کا نور اور طرز و ادا سے علمی [illegible] و تمانت جھلکتی تھی احقر نے پوچھا یہ لوگ کون ہے بتایا گیا دولت افغانستان مقبوضہ

طالبان حکومت کی سپریم کورٹ (تمیز) کے جج صاحبان ہیں جو اپنے عدالتی وقت سے قبل قبل اپنے محبوب رہنما مہربان استاذ اور معزز مہمان حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

احقر آگے بڑھا معانقہ اور پھر مصافحہ کیا بعض قضاۃ نے مجھے پہچان لیا کہ جامعہ حقانیہ کے روحانی فرزند ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے تلامذہ اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے شاگرد تھے جامعہ حقانیہ اس کی جدید تعمیرات ایوان شریعت ہال اور اساتذہ و طلبہ کے متعلق استفسارات کرتے رہے وقت مختصر تھا مولانا سمیع الحق سے بھی ان کی ملاقات اور تفصیلی مذاکرت ہونے تھے اور پھر اسی روز ہرات کے لئے بھی روانہ ہونا تھا میں نے موقع غنیمت سمجھا اور سپریم کورٹ کے ججوں پر مشتمل ایک جماعت کو علیحدہ کر کے ان سے عدالتی نظام طریق کار اور اب تک کے کام سے متعلق اجمالی انٹرویو لے لیا شرکاء وفد نے حضرت مولانا قاضی محمد عمر فاروقی کو اپنا امیر مقرر فرمایا کہ وہ میرے سوالات کے جوابات دیں گے اور باقی ساتھی حسب ضرورت اُن کی معاونت کریں گے۔

مولانا قاضی محمد عمر فاروقی نے میرے اولین سوال کے جواب میں فرمایا ہماری سپریم کورٹ میں ججز کی تعداد 25 ہے پچیس جید علماء کرام بطور قاضی کے اس میں کام کرتے ہیں مولوی خلیل اللہ فیروزی قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہیں۔

پھر اس سپریم کورٹ میں پانچ شعبے ہیں۔

(۱) دیوان معاملات (۳) دیوان تجارت (۳) دیوان حقوق عامہ (۴) دیوان امنیت عامہ (۵) دیوان جزاء

ہر شعبہ میں پانچ پانچ قاضی کام کرتے ہیں۔

تین عدالتی مراحل۔

(۱) ابتدائیہ :۔

انہوں نے بتایا ہمارے ہر صوبہ (ولایت) میں چودہ یا پندرہ اولسوالی (اضلاع) ہیں ہر اولسوالی کی سطح پر ایک قاضی ایک مفتی ایک محرر اور ان کی معاونت کے لئے تین جید اور تجربہ کار علماء مقرر ہیں۔

اولسوالی کی سطح پر ہمارے عدالتی نظام یا شعبہ قضاء کو "ابتدائیہ" (سیشن کورٹ) کہتے ہیں جس میں مدعی اور مدعی علیہ کو اپنا ابتدائی مقدمہ درج کرنا ہوتا ہے اولسوالی کی سطح

پر عدالت اس کا فیصلہ کرتی ہے۔

(۲) مرافعہ ! اگر ابتدائیہ کے عدالتی فیصلہ پر کسی فریق کو اعتراض ہو تو وہ مرافعہ میں درخواست کرتا ہے۔

ہر ولایت (صوبے) میں ایک عدالت ہے جسے یہاں کی اصطلاح میں ریاست مرافعہ کہتے ہیں پاکستان میں ہائی کورٹ کہتے ہیں ریاست مرافعہ بھی سپریم کورٹ (تمیز) کی طرح پانچ دیوان یا پانچ شعبوں پر مشتمل ہے۔

(۳) تمیز ! مرافعہ ابتدائیہ کے فیصلوں اور متعلقہ فائلوں پر خوب غور و خوض کے بعد جائزہ لیتی اور اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے پھر اگر کوئی فریق رافعہ کے حکم پر راضی نہ ہو تو اسے ملک کی سب سے بڑی اور آخری عدالت سپریم کورٹ (تمیز) میں اپنا مقدمہ لیجانے کا حق ہے لہٰذا وہ سپریم کورٹ سے رجوع کرتا ہے۔ سپریم کورٹ میں دائر کردہ مقدمہ متعلقہ دیوان کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس پر متعلقہ شعبہ کے پانچوں قاضی بیٹھتے اور خوب تفحص و تحقیق سے غور کرتے ہیں ذیلی دونوں عدالتوں کی تفصیلی کاروائی کا جائزہ لیتے ہیں۔

مقدمہ کے تمام پہلوؤں اور صحت و سقم پر غور کرتے ہیں۔ آخری مرحلے میں سپریم کورٹ تمیز کے پچیس ججوں کے مشترکہ اجلاس میں اس پر غور ہوتا ہے تمام جج صاحبان اپنے فریضہ منصبی کے پیش نظر مقدمہ کے تمام فائلوں جو بعض اوقات سو اوراق اسی اوراق یا اس سے کم و بیش پر مشتمل ہوتے ہیں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ابتدائیہ اور مرافعہ کے فائلوں کو یکجا کر کے کتب فقہ کے مطابق ابتدائیہ اور مرافعہ کے فیصلوں حوالہ جات اور تخریجات و استباطات اور احکام میں تمیز کرتے ہیں اگر فیصلہ صحیح ہوتا ہے تو اس کی تقریب اور تائید کرتے ہیں الغرض تمیز (سپریم کورٹ) نقضِ فیصلہ "تعدیل فیصلہ تحلیل فیصلہ اور استیفافِ فیصلہ بھی کر سکتی ہے اور اگر چاہے تو یہ فیصلہ دوسرے مماثل محکمہ کو بھی بھیج سکتی ہے۔

جب ان تمام نواقض جن کو کتب فقہ بالخصوص فتاوی عالمگیری نے اشارہ کیا ہو کی اصلاح ہو جاتی ہے اور حکم قطعیت کو پہنچ جاتاہے تو کمانڈانی امنیت کی وساطت سے اس حکم کا اجراء ہوتاہے البتہ مسائل کے نفاذ و اجراء میں کمانڈانی امنیت آزاد ہے جبکہ حدود کے نفاذ میں تائید سلطانی ضرور ہوتی ہے۔

رونق فیصلہ ! ۔ جب میں نے صورت فیصلہ اور فارم وغیرہ سے متعلق تفصیلات دریافت کیں تو میرے جواب میں انہوں نے اسے رونق فیصلہ کا عنوان دیتے ہوئے کہا ۔

، کہ رونق فیصلہ کی صورت یہ ہوتی ہے اول مدعی کا تعارف پھر مدعی علیہ کا تعارف اور پھر شہود کا تعارف کرتے ہیں اس کے ساتھ تفصیلی دعوی اور فریقین کے دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے ہاں شرعی عدالتوں میں وکیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی البتہ وکیل کی اجازت تب دی جاتی ہے جب موکل عورت ہو۔ نابالغ بچہ ہو یا شرعا واقعتہ اسے کوئی عذر ہو فرمایا عموما وکیل کی ضرورت ہی نہیں آتی فیصلوں کی رفتار اور عدالتوں کی کار کردگی سے متعلق فرمایا کہ کبھی کبھی ایک ماہ میں سپریم کورٹ (تمیز) میں 100 فیصلے ہوتے ہیں اور اگر قتل حدود کے مشکل اور مفصل فیصلے زیر بحث ائیں تو ماہانہ 50 تا 60 فیصلے ہوتے ہیں تاہم اوسط رفتار 80 فیصلے ماہانہ ہے البتہ ابتدائیہ (سیشن کورٹ) اور مرافعہ (ہائی کورٹ) مین جو تمام مراحل سے گزرنا پڑتا ہے لہذا ان کی رفتار ماہانہ 5 یا 6 فیصلوں کی ہے ہم عدالت اپنے مصادر کی سندات ' فارم اور متعلقہ تمام ریکارڈ کی حفاظت کا اہتمام کرتی ہیں پھر نچلی سطح کی تمام عدالتوں کا ریکارڈ تین سال میں سپریم کورٹ (تمیز) میں آجاتا ہے جو مستقل طو رپر محفوظ کر دیا جاتا ہے اور تمیز اس کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ گر نچلے سطح کی عدالت کسی وقت کسی غفلت سے ریکارڈ میں تبدیلی سے غافل ہو جائے تو اصل ریکارڈ بہرحال محفوظ رہے۔ سپریم کورٹ اور دیگر عدالتوں کے قاضیوں کے لیمی کوائف بتاتے ہوئے فرمایا کہ زیادہ تر قاضیوں کا تحصیل علم کا تعلق جامعہ ارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے ہے قاضی کے تقرر میں فقہ کے کتب آداب القاضی ں شرائط بیان کئے گئے ہیں ان کے مطابق امیر تحریک کے حکم کے مطابق تقرری وتی ہے۔

یک سوال کے جواب میں فرمایا کہ فی الحال طالبان کے مقبوضہ علاقہ میں حکومت کے سی بھی مسئول کی تنخواہ نہیں ہے اور ابتدائی معاش تک نہیں ہے طالبان جو خدمت ی انجام دیتے ہیں للہ فی اللہ انجام دیتے ہیں البتہ صرف محکمہ قضاء میں ابتدائیہ سے

لیکر تمیز تک تمام قاضیون کی تنخواہ مقرر ہے اس وقت پندرہ ولایتوں میں پندرہ سو قاضی مامور ہیں ان کی تنخواہ تین لاکھ افغانی سے (تقریبا" ساڑھے پانچ سو روپے پاکستان) دس لاکھ افغانی تقریبا" دو ہزار روپے تنخواہ ہوگی تنخواہ کا یہ معیار بھی میرٹ کی بنیاد پر ہے
سپریم کورٹ (تمیز) کے ساتھ ملکی سطح پر ایک بڑا جامع دارالافتاء بھی ہے جس کے رئیس جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا نور محمد ثاقب ہیں اس کے ساتھ ریاست شوریٰ عمومی علماء کا دفتر ہے جس کے رئیس ملا عبدالغفور سنانی ہیں اس ریاست کا وظیفہ یہ ہے کہ اس کے ارکان ملک کے قوانین بناتے ہیں گویا یہ مقننہ ہوئی جس میں ہر ولایت سے دو یا تین تین علماء لئے جاتے ہیں اس کے قرب میں ایک ریاست احتساب ہے جس کا پرانا نام          اس کے رئیس بھی ایک جید عالم دین ہیں عدالت کی نگاہ میں حکومت کا سربراہ او عام شہری برابر ہیں۔
میر۔ ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا امنیت عامہ کا مستقل محکمہ ہے اگر حکومت کا سربراہ وزیر یا کوئی حکومتی کارندہ رشوت یا طرفداری کرے ان کے لئے یہی دیوان امنیت عامہ مقرر ہے ----- فرمایا اس میں میرا اپنا تازہ واقعہ ہے، یہاں کے ایک مولوی صاحب ہیں جو اسی وقت بنوں میں ہیں انہوں نے یہاں کی زمین کے تنازعہ میں مجھ پر ابتدائیہ (سیشن کورٹ) میں مقدمہ چلایا تو وہ کامیاب ہو گئے میں یہ کیس مرافعہ (ہائی کورٹ) میں لے گیا تو مجھے کامیابی حاصل ہو گئی اس کے بعد وہ یہ کیس تمیز میں نہیں لیجا سکا کہ اسے اپنی ناکامی یقینی نظر آئی ایک دوسرا واقعہ بیان کیا کہ رئیس تحریک مولانا محمد عمر اخوند کی قوم کا یہاں قندھار میں ایک دوسری قوم کے ساتھ زمین پر تنازعہ تھا تو عدالت نے امیر تحریک مولوی محمد عمراخوند کی قوم کے خلاف فیصلہ دیا۔
ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے دنوں رئیس تحریک مولانا محمد عمر اخوند نے عدالت کے نام ایک فیصلہ کے بارے میں سفارش لکھی کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے تو ہم قاضیوں نے جواب میں سراجیہ کے حوالے سے لکھ دیا کہ اذا تم القضاء فلایامر السلطان بنقضه ۔ جب فیصلہ قضا کا مکمل ہو جائے تو حکمران نقضِ فیصلہ کا حکم نہیں دے سکتا۔
میرا آخری سوال طالبان حکومت میں مثالی امن و امان کے قیام سے متعلق تھا کہ امریکہ برطانیہ اور دنیا کے کسی بھی ملک میں قیام امن کی وہ ضمانت موجود نہیں ہے جو

اس وقت طالبان کے مقبوضہ افغانستان میں ہے اس کی وجہ کیا ہے جواب میں فرمایا کہ قیام امن کے اسباب میں بظاہر دو چیزیں پیش نظر ہیں۔

(ا) یہاں کے علما اور طالبان قیام امن کے لئے ہر وقت بارگاہ خداوندی میں دست بہ دعا رہتے ہیں اپنے وسائل اور اسباب پر نظر نہیں کرتے بلکہ امن رب الاسباب سے مانگتے رہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا سب کا وظیفہ ہے "رب اجعل ہذا البلد امنا"

دوسرا سبب قرآن کے حدود کا نفاذ ہے جہاں بھی قرآنی حدود نافذ ہوں گی وہاں امن قائم ہوگا پہلے اس قندھار میں روزانہ اوسطاً 100 آدمی ایک دوسرے کے قتل ہوتے تھے جب سے حدود نافذ ہوئے ہیں اور طالبان نے نظم مملکت سنبھالا اب قتل نہ صرف یہ کم بلکہ کالعدم ہو گئے ہیں۔

---

# طالبان افغانستان میں مولانا سمیع الحق کا روشن کردار

مولانا مجیب الرحمن انقلابی

آج پوری دنیا میں ذرائع ابلاغ کا موضوع بحث صرف اور صرف طالبان افغانستان ہیں، پوری دنیا حیران ہے کہ دینی مدارس سے اٹھنے والے یہ "خاک نشین طلبہ" طالبان کی صورت میں آندھی اور طوفان کی طرح کابل پر تخت نشین ہونے کے بعد افغانستان جیسے جنگ زدہ اور خانہ جنگی کے شکار ملک میں خلافت راشدہ" کے مقدس نظام کو عملی طور پر نافذ کر کے مثالی طور پر امن وامان قائم کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی ہمارے تمام مصائب ومشکلات کا واحد حل خلافت راشدہ" کے نظام میں ہی مضمر ہے۔ آج جبکہ روس جیسی سپرپاور ان ہی مجاہدین کے ہاتھوں سرزمین افغانستان میں عبرتناک ذلت و شکست سے دوچار ہونے کے بعد اپنا وجود تک کھو چکی ہے اور سوشلزم جیسا مکروہ نظام اپنی موت آپ مر چکا ہے، لوگوں نے اس نظام سے تنگ آکر روس میں نصب "لینن" کے مجسمے تک توڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ ان حالات میں سرزمین افغانستان میں طالبان کے اسلامی حکومت کے قیام پر پوری دنیا کا حیران اور باطل قوتوں کا پریشان ہونا ایک قدرتی امر اور فطری عمل ہے۔

طالبان کے ساتھ ساتھ پوری دنیا بالخصوص پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل سینٹر مولانا سمیع الحق کا نام اور شخصیت بھی ذرائع ابلاغ میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو طالبان جیسی مضبوط مذہبی قوت کا تیار کرنے اور پروان چڑھانے میں مولانا سمیع الحق کا مرکزی کردار ہے اور طالبان کے اصل ہیرو مولانا سمیع الحق ہی ہیں۔ طالبان جیسی مضبوط مذہبی قوت راتوں رات تیار نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کے پیچھے کسی حکومت یا ملک کا ہاتھ ہے بلکہ اس کے پیچھے مولانا سمیع الحق کے والد سابق رکن قومی اسمبلی متحدہ شریعت محاذ کے سربراہ اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم و بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کی تربیت و محنت اور دعاؤں کا بھی ہاتھ ہے۔

جب روس جیسے بھیڑیئے نے افغانستان میں اپنے خونی پنجے گاڑنے کی مذموم کوشش کی تو افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والے مہاجرین کو "دارالعلوم حقانیہ" نے دینی تعلیم اور جذبہ جہاد کی روشنی سے منور و مزین کر کے ان مہاجرین کو بہترین مجاہدین کے روپ میں ڈھال کر روس کے خلاف میدان جہاد میں اتارنے میں مصروف ہوگیا۔ اس طرح دارالعلوم حقانیہ سے مستند عالم دین کے ساتھ ساتھ جہاد کے زیور سے آراستہ مجاہد اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین و وارثین کی ایک بہت بڑی کھیپ تیار ہونے لگی۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح میں گویا کہ "دارالعلوم حقانیہ" اسلامی بنیاد پرستی کا ایک بہت بڑا اڈہ بن چکا ہے اور اس دینی درسگاہ سے فیض حاصل کرنے والوں میں افغانستان کے

مشہور کمانڈر و سربراہان کے علاوہ فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی، مولوی محمد یونس خالص، پروفیسر عبدالرب رسول سیاف، طالبان کے امیر المومنین ملا محمد عمر افغانی، جلال آباد و قندھار اور دیگر صوبوں کے گورنرز اور اعلیٰ افسران و عہدیداران شامل ہیں۔ آج اسی مدرسہ سے فارغ ہونے والے دینی طالب علم طالبان کی صورت میں دنیا کے تمام ہتھیار ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور جنگی جہاز تک اڑانے میں مصروف ہیں۔ اسی وجہ سے آج امریکہ اور حکمران ان دینی مدارس کے مجاہدانہ کردار سے خوفزدہ ہو کر ان مدارس کے خلاف دہشت گردی کے الزام لگا کر ان مدارس کو بند کرنے کے مذموم منصوبے بنانے اور ادھورے خواب دیکھنے میں مصروف ہیں۔

# طالبان امت مسلمہ کی نئی مجاہد قیادت

فتح افغانستان اور روس کے عبرتناک شکست وانجام کے بعد 16 لاکھ افغان شہداء کے خون رنگ لانے اور مجاہدین کی مثالی حکومت افغانستان میں قائم ہونے کے بجائے بعض گروپوں کی باہمی چپقلش اور کابل پر تخت نشین ہونے کی آرزو میں سینکڑوں بے گناہ شہریوں کو اقتدار کی بھینٹ چڑھانے کے ساتھ ساتھ کابل سمیت پورے افغانستان کو تقسیم اور تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہوگئے، جس کی وجہ سے پوری دنیا میں جہادی قوتیں بدنام اور دینی قوتیں متاثر ہونے لگیں۔ دین کے متوالے خون کے آنسو روتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ ان متحارب گروپوں نے "بیت اللہ" جیسی عظیم متبرک و مقدس جگہ اور خدا کے گھر میں اتحاد واتفاق کی قسمیں کھانے اور عہد وپیمان کرنے کے باوجود ہوس اقتدار میں عہد شکنی کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، جس کے نتیجے میں افغانستان طوائف الملوکی کا منظر پیش کرنے لگا۔ جہاد دشمن قوتیں ایک مرتبہ پھر سر اٹھانے لگیں۔ لوٹ مار،

عریانی، فحاشی، بدکاری و شراب نوشی اور دیگر اخلاقی جرائم عروج پر پہنچ گئے۔ ان حالات میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق" کے جانشین سینٹر مولانا سمیع الحق نے اپنے والد مرحوم کے تیار کردہ طلباء دین کی جہادی ٹیم کو "طالبان" کی صورت میں متحد و منظم کر کے خدا کے توکل اور بھروسہ پر جہاد افغانستان اور 16 لاکھ شہداء کے مقدس خون کے ثمرات کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے افغانستان میں داخل کر دیا۔ ایک مرتبہ پھر "نصرت خداوندی" ان طالبان پر متوجہ ہوئی اور دیگر دینی مدارس کے وہ طلباء جنہوں نے جہاد افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں عملی حصہ لیکر شجاعت و بہادری کے حیران کن جوہر دکھائے تھے، وہ بھی ان طالبان کے دست و بازو بنتے چلے گئے۔ طالبان بڑی تیزی کے ساتھ فتح و کامرانی سے منازل طے کرتے ہوئے کابل کی طرف بڑھنے لگے۔ لوگ رضاکارانہ طور پر طالبان کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے امن وامان کے بدلے ان طالبان کو اسلحہ جمع کراتے چلے گئے۔ لوگوں کو طالبان کی صورت میں "مسیحا" مل چکے تھے۔ وہ افغانستان کو جہاں کلاشنکوف و اسلحہ کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں تھا، وہاں طالبان نے اسلحہ جمع کر کے خلافت راشدہ" کے مقدس نظام کو عملی طور پر نافذ کرتے چلے گئے۔ پوری دنیا طالبان کی حیرت انگیز فتوحات اور نصرت خداوندی پر حیران تھی۔ مغربی ذرائع ابلاغ اور میڈیا نے اپنی منفی پروپیگنڈہ کا رخ طالبان کی طرف کر لیا۔ ان کو مذہبی جنونی، اسلامی شدت پسند، انتہاپسند، بنیاد پرست، جنگجو، امن کے دشمن اور نا جانے کن کن القاب سے نوازنے لگے۔ طالبان کے کابل کی طرف بڑھتے ہوئے طوفانی قدم روکنے کے لئے طالبان کے خلاف، امریکہ، روس اور بھارت گٹھ جوڑ کرتے دکھائی دینے لگے، کیونکہ ان باطل قوتوں کے لئے خلافت راشدہ" کا نظام اور طالبان موت کا پیغام تھے۔ اس لئے طالبان کے خلاف نئے سے نئے محاذ کھلتے چلے گئے اور یہ باطل قوتیں اب احمد شاہ مسعود، حکمت یار اور ربانی و دوستم کے ارد گرد جمع ہو کر ہر قسم کی امداد کا لالچ دیکر ان طالبان کے مقابلے میں لانے کی کوششوں میں مصروف ہیں تاکہ کسی طرح ان کی طالبان سے جان چھوٹ جائے۔

ان نازک حالات میں بھی قائد جمعیت علماء اسلام سینٹر مولانا سمیع الحق نے پاکستان سے قومی اخبارات، رسائل و جرائد اور مختلف خبر رساں ایجنسیوں کے صحافیوں اور نمائندگان پر مشتمل ایک ٹیم کو جید علماء کرام کے ہمراہ افغانستان کے دورہ پر لیکر گئے۔ پاکستانی حکمران ان کو افغانستان میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ سینٹر مولانا سمیع الحق نے طالبان کے مفتوحہ علاقوں میں ان صحافیوں کا دورہ اور مثالی امن وامان، خلافت راشدہ" کے مقدس نظام کی برکات و ثمرات کے مشاہدات کروانے کے ساتھ ساتھ طالبان کے امیر المومنین ملاں محمد عمر افغانی کے ساتھ بھی ملاقات کراتے ہوئے ان کو طالبان کے آئندہ پروگرام و عزائم سے آگاہ کیا۔ ان صحافیوں نے افغانستان کے دورہ سے واپسی پر ذرائع ابلاغ و اخبارات کے ذریعے طالبان کی اصل صورت اور ان کی حکومت کے ثمرات سے پوری قوم کو آگاہ کرتے ہوئے مغربی ذرائع ابلاغ اور یہودی لابی کے طالبان کے خلاف زہریلے اور مکروہ و غلیظ پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے طالبان کے دفاع کا بھرپور حق ادا کیا

جس کے نتیجے میں پاکستانی قوم اور پوری دنیا کی دینی و جہادی قوتوں کی ہمدردیاں اور حمایت ان طالبان کو حاصل ہوتی چلی گئیں۔

ان حالات میں افغانستان کے مشہور کمانڈر احمد شاہ مسعود کو باطل قوتوں کا آلہ کار بننے اور ان کے ہاتھوں میں کھیلنے کے بجائے طالبان کی اسلامی حکومت کا حصہ بنتے ہوئے مفسدین، باغی اور لادین عناصر کا خاتمہ کرنے اور علی منہاج النبوۃ خلافت راشدہ" کے مقدس نظام کے عملی نفاذ اور پوری دنیا میں کفر کے خلاف جہادی قوتوں کو متحد و منظم کرنے، امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے خاتمے، بوسنیا، تاجکستان، ایران، مصر، الجزائر، فلسطین و فلپائن، چیچنیا اور کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے طالبان کا دست و بازو بننا ہوگا تاکہ ایک مرتبہ پھر تمام باطل قوتیں ذلت و رسوائی اور عبرتناک ناکامی سے دوچار ہو سکیں، اور اللہ کا نام بلند ہو اور حق کا بول بالا ہو۔ دوسری طرف پاکستان میں بھی مارشل لاء، جمہوریت، پارلیمانی و صدارتی نظام کی ناکامی کے بعد دینی و مذہبی قوتوں کو جمہوریت کا راستہ ترک کرتے ہوئے طالبان کی طرح منافقت سے پاک مضبوط و منظم طریقہ اختیار کر کے اسلام آباد تک پہنچنا ہوگا ورنہ دینی قوتوں کی آپس کی چپقلش، افتراق و انتشار، پاکستان میں دیندار طبقہ کو مزید مایوسی کی طرف دھکیل دینگے۔

پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر سینٹر مولانا سمیع الحق کو طالبان کی طرز پر پاکستان کی دینی و مذہبی جماعتوں کو بھی خلافت راشدہ" کے مقدس نظام کے عملی نفاذ، مفاد پرست حکمرانوں، ظالم جاگیرداروں اور سیاست کی آڑ میں ملک و قوم کو لوٹنے والے لٹیروں سے مظلوم عوام کو نجات دلوانے کے لئے اپنا تاریخی کردار ادا کرنا ہوگا اور ان حالات میں دینی قوتوں اور مذہبی جماعتوں کو "جسد واحد" کی طرح طالبان کی جسمانی، مالی، افرادی، اخلاقی اور "قلمی" مدد کرنا ہوگی۔

پاکستان سمیت پورے عالم اسلام کو طالبان کی اسلامی حکومت کو فوراً تسلیم کرتے ہوئے افغانستان کی تعمیر نو میں بھرپور مدد کرنا وقت کی آواز اور حالات کا تقاضا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ اور قائد حزب اختلاف میاں محمد نواز شریف نے گزشتہ دنوں خلافت راشدہ" کے مقدس نظام کے نفاذ کا جو نعرہ لگایا، اس کے لئے میاں نواز شریف کو بھی ان حالات میں طالبان کی واضح حمایت و مدد کا اعلان کرتے ہوئے اس ملک میں خلافت راشدہ" کے نظام کے عملی نفاذ کے لئے دینی و مذہبی قوتوں کی قیادت میں ہی کام کرنا اور خلافت راشدہ" کے نظام کے دشمنوں سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔

# The First Name in Bicycles, brings ANOTHER FIRST

## SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce the last word in style, in elegance, in comfort... absolutely the last word in bicycles.

National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.
Tel: 7321026-8 (3 Lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7235143. Cable: BIKE

# علم کا اک چراغ تھا، نہ رہا

## مورخ محقق، مصنف، صحافی اور مشہور عالم

# مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

نور عالم خلیل امینی مدیر رسالہ "الداعی" عربی واستاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند

کئی ماہ سے، مبارک پور اور دیارِ اعظم گڑھ سے آنے جانے والوں کے ذریعے، مسلسل یہ خبر ملتی رہی کہ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری رہین فراش ہیں۔ انھیں ناک میں کوئی تکلیف تھی جس کا آپریشن کرایا تھا۔ آپریشن کی وجہ سے نقاہت و اضمحلال پیدا ہو گیا جو عرصے تک انھیں اپنی گرفت میں لئے رہا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد خبر آئی کہ وہ بخار وغیرہ میں مبتلا ہیں، کمزوری کافی بڑھی ہوئی ہے۔ تا آں کہ یہ خبر صاعقہ اثر سننے کو ملی کہ تحقیق و مطالعہ تصنیف و تالیف، صحافت و تدریس اور تعلقات عرب و ہند کے صحرائے ناپیدا کنار کا راہی پر شوق بلکہ مجنون حوصلہ بدوش، شب دوشنبہ، 1417/2/28 ھ مطابق 1996/7/15ء کو ٹھیک 9 بج کر 55 منٹ پر دار فانی سے، جو ہم سبھی انسانوں کی سرائے ہے، دار آخرت کو جو ہم سبھوں کا آخری ٹھکانا ہے، سدھار گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے نہ صرف برصغیر بلکہ اسلامی دنیا کے کثیر التالیف اہل تحقیق مورخوں کی صف میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے، جس کا اس دور قحط الرجال میں، بظاہر حال پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ خدائے قدیر ہر چیز پر قادر ہے لیکن عرصے سے یہی دیکھنے میں آرہا ہے کہ میدان علم و عمل اور فضل و کمال کا جو یکتائے روزگار بھی رخصت ہو جاتا ہے، اس کی جگہ خالی ہی پڑی رہ جاتی ہے۔ بالآخر "کام چلاؤ" پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

قاضی صاحب نے ،طویل وصبر آزما مطالعے پر مبنی گراں مایہ تصنیفات سے اسلامی کتب خانے کو مالا مال کیا اور عرب وہند کے تعلقات دیرینہ کے اچھوتے موضوع پر تفصیل ، دقیقہ رسی اور جامعیت کے ساتھ عہد بعہد کام کیا، ہزاروں صفحات پڑھے اور چیونٹی کے منہ سے شکر جمع کرنے کے عمل کے ذریعے کئی عدد ضخیم کتابیں اردو اور عربی دونوں زبانوں میں تصنیف حقیقت یہ ہے ۔ کہ ان کا یہ کام علمی دنیا پر رہتی دنیا تک کے لیے لائق ہزار شکر احسان ہے ۔ جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی دیوبندی دہلوی متوفی 1404 ء مطابق 1984 ء جنھوں نے اپنے "ندوۃ المصنفین" دہلی سے قاضی صاحب کی اہم ترین تاریخی کتابوں کو خصوصی دلچسپی کے ساتھ شایع کیا تھا، خلافت عباسیہ اور ہندوستان" کے پیش لفظ میں بہت ہی خوب صورت اور معنی ریز جملوں میں قاضی صاحب کی محنت اور انتھک تلاش و تحقیق کی داد دی اور لکھا کہ "اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب اس بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا چلے اور جب لوٹے تو باغ و بہا کا پورا قافلہ اپنے ساتھ لائے"۔

ان کا یہ تاریخی سلسلہ ،جس میں "عرب وہند عہد رسالت میں" "خلافت راشدہ اور ہندوستان" " خلافت امویہ اور ہندوستان" "خلافت عباسیہ اور ہندوستان" اور "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" سر فہرست ہیں، بہت مقبول ہوا اور اردو و عربی دونوں زبانوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

تحقیق ومطالعہ طلب اور شب وروز کی محنت کی متقاضی تاریخی واکیڈمک تصانیف کی تالیف قاضی صاحب کی شناخت بن گئی تھی ۔ وہ سرسری مضامین لکھنے پر قادر نہ تھے کیوں کہ وہ سطحی تالیفات ونگارشات کی آلود گیوں سے پاک دامن ہندوستانی مولفین کے قافلہ قابل رشک کی باقیات میں سے تھے ۔ اسی وجہ سے اپنی بے سروسامانی سادگی ۔شہرت سے دامن کشی اور کاروان نعرہ زن سے بیگانہ رہنے کے باوجود ۔ عالم گیر شہرت نے ان کے قدم چومے اور ہمہ گیر نیک نامی نے ان کی بلائیں لیں ۔ بالخصوص عرب دنیا میں وہ بڑی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔ اس طرح وہ اپنے دین وملت ،جس کے وہ ایک قابل افتخار فرزند تھے، کے ساتھ ساتھ اپنے اس ملک کے لیے بھی نیک نامی کا ذریعہ بنے جواب مسلمانوں کے تئیں ناشکری کی تمام حدیں پھلانگنے پر تلا ہوا ہے ۔

قاضی اطہر مبارک پوری اس بات کی تابناک مثال تھے کہ انسان اپنے آپ کو تنگدستی وعسرت کے باوجود اور "چھوٹی جگہ" رہ کر ،اپنی محنت وجاں فشانی اور بلند ہمتی کے ذریعے قابل رشک حد تک بڑا بنا سکتا ہے ۔ انھوں نے حقیقی بڑائی، پائدار نام وری اور قابل قدر مقام ومرتبہ کے عناصر مطلوبہ، اپنے چھوٹے سے گم نام مدرسے بنام احیاء العلوم مبارک پور اور اپنے محدود ماحول والے ایسے قصبے میں حاصل کر لیے جو مروجہ مفہوم میں "تہذیب وتمدن کی روشنی" سے محروم کسی ایسی قابل ذکر علمی وثقافتی سرگرمی سے ناآشنا تھا، جو عالم اسلام کے علمی پایہ تختوں کا امتیاز رہا ہے ۔ جیسے حجاز ۔ دمشق ، قاہرہ، بغداد فارس، رباط ، دہلی اور دیوبند وغیرہ ۔ مکتب کے مرحلے سے اعلیٰ تعلیم تک کے تمام مراحل انھوں نے اسی قصبے میں طے کیے ۔ صرف ایک سال مدرسہ شاہی مراد آباد میں گذارا جہاں دورہ حدیث شریف میں

شرکت کی اور سند فراغ حاصل کیا۔

وہ خود فرماتے ہیں۔

"میرے محدود وسائل اور مخصوص حالات، قرب وجوار کے بڑے مدرسوں میں جانے کے لیے حق میں بالکل نہیں تھے۔ بڑی مشکل سے صرف ایک سال باہر رہنا نصیب ہوا۔ اس کے باوجود حوصلے کی بلندی اور تحصیل علم کی دھن کا حال یہ تھا کہ جامعہ ازہر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا سودا ہر وقت سر میں سمایا رہتا تھا، بلکہ بعد میں بھی یہ آرزو باقی رہی۔ مگر میں نے اپنے ذوق وشوق کی بدولت ناکامی کو کامیابی سے یوں بدل دیا کہ اپنے گھر اور مدرسے کو جامعہ ازہر، جامعہ زیتونہ، جامعہ قرطبہ، مدرسہ مستنصریہ بنالیا اور وطن ہی میں رہ کر خدا کے فضل وکرم اساتذہ کی شفقت ومحبت اور اپنی محنت وعزیمت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ اس دور میں مجھ پر عجیب علمی سرمستی اور شوریدگی چھائی رہتی تھی۔ ہر وقت بغداد و بخارا۔ اندلس وغرناطہ اور عالم اسلام کی قدیم مشہور درس گاہوں اور ان کے اساتذہ و تلامذہ کے مناظر سامنے رہتے تھے اور میں ان کی حسنات وبرکات سے مستفیض ہوتا رہتا تھا" (قاعدہ بغدادی سے صحیح بخاری تک" از قاضی اطہر مبارک پوری ص 11، 18 )

قاضی صاحب کا علم وفضل اس بات کی زندہ شہادت ہے کہ علم وثقافت اور فکر ودعوت کے میدان میں قابل ذکر کردار [illegible] کرنے اور جبین تاریخ پر نقش دوام چھوڑ جانے کے لایق بننے کے لیے انسان [illegible] وں اور وسائل، بایقین اتنا ساتھ نہیں دیتے، جتنا کہ خود اس کی ہمت وحوصلہ اور مطلوبہ محنت [illegible] ں اور برکت ربانی کی آمیزش نے منور کردیا ہو۔

[illegible] میں ہمارے ان نوجوانوں کے لیے سامان درس موجود ہے جو اپنے آپ کو بنانے کے حوالے سے تن آسانی، کم کوشی کوتاہ طلبی، عاقبت نااندیشی اور حاصل شدہ موقع، وقت جگہ اور شخصیت کی تمام تر ناقدری کے ساتھ، صرف "خوب سے خوب تر" جگہ اور وسائل فراواں کو پا لینے کی آرزو اور کوشش میں عمر عزیز اور وقت گراں مایہ کا ایک ایسا حصہ ضائع کردیتے ہیں جس میں یک سوئی، اولو العزمی اور صبر وقناعت کے ساتھ ہنرمندی کے ذریعے بہت کچھ حاصل کرسکتے تھے۔ سچ ہے کہ اگر انسان ذوق طلب اور شوق جستجو سے محروم ہو تو آب حیواں کے چشمہ بے پناہ پر پہنچ کر بھی تشنہ کام ہی واپس آجاتا ہے۔ راقم الحروف نے اپنی ذرا سی عمر کے دورانیے میں بہت سے مذکورہ قسم کے "تشنہ کاموں" کا مشاہدہ کیا ہے اور کررہا ہے۔

اس حقیقت کا بیان خود قاضی صاحب کی زبان سے سنیے۔

"طالب علم میں محنت اور کوشش کے ساتھ آگے بڑھنے کا حوصلہ اور ذوق شوق ہو، تو چھوٹی جگہ رہ کر بڑا بن سکتا ہے اور اگر یہ باتیں نہ ہوں تو بڑی جگہ رہ کر چھوٹا ہی رہے گا۔ مجھے کسی بڑے علمی و تحقیقی اور تربیتی ادارے کی ہوتک نہیں لگی، نہ کسی بڑی شخصیت کی رہنمائی حاصل ہوسکی، ساتھ ہی میرے ذاتی اور خانگی حالات بھی ساز گار نہیں تھے، اس کے باوجود میں مطمئن اور خوش ہوں کہ اپنے

ذوق وشوق ، محنت وحوصلہ اور خود سازی کے بل بہ وہ سب کچھ حاصل کیا جو بڑے اداروں اور بڑی شخصیتوں کی سرپرستی میں رہ کر حاصل کیا جاتا ہے ۔ ہوسکتا ہے ۔ جیسا کہ ہوتا بھی ہے ۔ کہ مجھے کسی بڑی شخصیت یا ادارے کے سایے میں جگہ ملتی تو میرا علمی پودا قوت نمو سے محروم ہوجاتا اور کھلی آب وہوا میں اسے آزادانہ پھلنے پھولنے اور بار آور ہونے کا موقع میسر نہ آتا"۔

1972ء میں پہلی مرتبہ ان سے لکھنؤ میں شرف ملاقات وتعارف حاصل ہوا۔ وہ مجھ سے یہ جان کر بہت خوش ہوئے کہ میں بھی مولانا سید محمد میاں دیوبندی دہلوی متوفی 1395ھ / 1975ء کا شاگرد ہوں۔ قاضی صاحب چوں کہ بے حد خورد نواز تھے۔ اس لیے یہ سنتے ہی مجھے گلے لگالیا کہ تم میرے استاد بھائی نکلے۔

ان سے دوسری ملاقات دارالعلوم دیوبند کے تاریخی اور بے مثال اجلاس صد سالہ (منعقدہ 1400ھ /1980ء) کے موقع سے اچانک ایک روز صدر گیٹ پر محشر نما بھیڑ میں ہوئی۔ دیکھتے ہی پہچان گئے اور علیک سلیک کے بعد ایک طرف کو کھڑے ہوکر اپنے ہم سفر دو صاحب زادوں کا تعارف کرایا کہ یہ دونوں دارالعلوم سے بھی فارغ ہیں اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی۔ میں بے حد متاثر ہوا ان کی اس یاداشت سے کم کہ وہ آٹھ نو سال کے بعد بھی مجھے اپنے خانہ خیال میں محفوظ رکھے ہوئے تھے کہ انھیں مجھ کو پہچان لینے میں ذرا بھی تکلف نہ ہوا، لیکن ان کے اخلاق کریمانہ سے زیادہ کہ وہ اس بھیڑ میں دیکھتے ہی شفقت سے لپٹ گئے، ورنہ ان سے بہت کم درجے کے لوگ اپنی "علمی ساکھ" کا رعب ودبدبہ قائم رکھنے کے لیے عموماً چھوٹوں کو پہچان کر بھی طرح دے جاتے ہیں اور اگر از خود پیش رفت کرکے تعارف کرائے تو تجاہل عارفانہ کے ذریعے اپنی کھوکھلی عظمت کو جلا بخشنے کی کوشش سے نہیں چوکتے۔

پھر دیوبند میں ان سے بار بار ملنے کی سعادت حاصل رہی جہاں وہ رسمی اور غیر رسمی طور پر سال میں ایک سے زاید بار تشریف لاتے رہتے تھے کہ انھیں ہندی ملت اسلامیہ کی مذہبی زندگی کے عنوان دارالعلوم دیوبند سے (وہاں سے رسمی طور پر فارغ نہ ہونے کے باوجود) ایسی محبت وعقیدت تھی جو بعض دفعہ یہاں کے براہ راست فاضل کو بھی نہیں ہوا کرتی، دارالعلوم دیوبند بھی ان کے ساتھ اپنے فاضل باکمال ہی کی طرح عزت واحترام کا معاملہ کرتا تھا۔

ادھر آخری کئی سالوں سے شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کی اعزازی سرپرستی قبول کرلینے کے بعد یہاں ان کی آمدورفت یقینی بن گئی تھی، لیکن علالت پیہم کے باعث قریباً ڈیڑھ سال سے دارالعلوم تشریف نہیں لاسکے تھے۔ ہم اساتذہ کو انتظار ہی رہا کہ وہ اب آئیں گے اور تب لیکن وہ خود یہاں نہ آسکے بلکہ عالم جاوداں کو چلے جانے کی ان کی خبر آئی اور ہم سبھوں کو اداس ودل فگار کر گئی۔

میدان تحقیق وتصنیف وصحافت میں ان کا شہرہ میرے کانوں سے طالب علمی کی صغیر السنی ہی آٹکرایا تھا اور میرے کان ،میری آنکھوں سے پہلے ان کا عاشق ہوگئے تھے کہ "الاذن تعشق

قبل العین احیاناً "بسا اوقات آنکھوں سے پہلے کان عاشق ہو جایا کرتے ہیں۔ ملاقات کے بعد آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق خدا کو حاضر و ناظر جان کر گواہی دی جاسکتی ہے کہ وہ کانوں کے سنے ہوئے سے فزوں تر تھا اور عربی کے مندرجہ ذیل شہرہ آفاق اشعار کا مصداق۔

لقد کانت محادثۃ الرکبان تخبرنا عن جعفر بن فلاح اطیب الخبر

فلما التقینا فلا واللہ ماسمعت اذنی باحسن مما قد رای بصری

یعنی آنے جانے والے قافلوں کے ذریعے جعفر بن فلاح کی مسرت بخش خبریں ملا کرتی تھیں۔ جب ہماری ان سے ملاقات ہوئی تو خدا جانتا ہے کہ کانوں نے (پہلے) اس سے بہتر نہیں سنا جو کہ آنکھوں نے (بعد میں) مشاہدہ کیا۔

لیکن بہت سے "جعفر بن فلاح" ایسے ہیں کہ ان کے متعلق جو کچھ دور سے سنا جاتا ہے، قریب کا مشاہدہ اس کی یکسر تکذیب کر دیتا ہے۔

قاضی صاحب کے متعلق میں نے اپنا یہ تاثر بطور خاص اس لیے ریکارڈ کر دیا ہے کہ بعض دفعہ" بزرگوں" کے متعلق دور سے سنے ہوئے آواز سے پیدا شدہ اعتقاد کو قریب کا تجربہ بیمار کر دیتا ہے اور زبان حال و قال سے کہنا پڑتا ہے کہ "ان تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ" یعنی دور کے ڈھول سہانے ہوا کرتے ہیں۔

قاضی صاحب کو دیکھ کر ان کے چہرے مہرے سے علم و فکر کی بو باس اور ان کے خدوخال سے طویل تحقیق و مطالعے کا سراغ مل جاتا تھا۔ اللہ نے انہیں طالب علم پیدا کیا تھا۔ میں جب بھی یہاں دارالعلوم کے مہمان خانے میں ان کے کمرے میں داخل ہوا، میں نے انہیں کچھ پڑھتے یا کچھ لکھتے ہوئے پایا۔

وہ، تکلف، تصنع اور بناوٹ سے ہر زاویے سے پاک تھے۔ لباس و پوشاک، رہن سہن اور زندگی کے تمام شعبوں میں انہیں تصنع سے نفرت تھی۔ وہ تحریر و تصنیف میں بھی تکلف سے بری تھے، اسی لیے ان کی تحریر میں بے ساختگی، سلاست، اختصار قدرتی باغ کا جمال، خودروسبزے کی بہار، راست تعبیر کی شیرینی اور آسان پسندی کی نمکینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ عصر حاضر کے قلم کاروں کی طرح، ناول نگاروں اور افسانہ نویسوں کی روش پر چل کر، معانی سے زیادہ عبارت کی طوالت، الفاظ کے اسراف بے جا اور ان کے بناؤ سنگار پر توجہ نہیں دیتے تھے، بلکہ وہ جو کچھ لکھتے تھے گویا ہی گودا ہوتا، ہوتا، چھلکا تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔

لوگوں سے ملنے جلنے اور بات چیت میں بھی بے تکلف تھے۔ ان سے پہلی ملاقات بھی پرانی اور بار بار کی ملاقات معلوم ہوتی تھی۔ ہر ملنے والے کو ایسا لگتا کہ برسوں سے ان سے جان پہچان ہے۔ بلکہ وہ اس کو اس کے بزرگ خاندان یا فرد خاندان محسوس ہوتے۔ اپنی بے ساختہ گفتگو، شیریں کلامی، سادگی، مہر آمیز برتاؤ شفقت شعاری اور انسیت ریز تبسم سے ملنے جلنے والوں میں گھر کر جاتے تھے۔ وہ

علمائے قدیم کی مبارک نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کا شعار قناعت پسندی ہوا کرتا تھا، چنانچہ زندگی کے کسی دور میں مادیت کی دل فریبی نے انہیں مسحور نہیں کیا۔

بمبئی ایسے رنگ و نور کے شہر اور دولت و ثروت کی ریل پیل والے ماحول میں بلکہ آسائش حیات کے متلاطم سمندر میں رہ کر بھی اپنے دامن علم کو تر ہونے سے بچائے رکھا اور یک سوئی کے ساتھ داد تحقیق دینے والے بے مثال تصنیفات کی تیاری اور علمی مشاغل میں اپنے کو منہمک کیے رکھا۔ ان کی اکثر اہم تصانیف اسی شہر پر شور میں ان کے قلم سے ڈھلیں۔

قاضی صاحب خود فرماتے ہیں۔

بمبئی جیسے شہر میں مدت دراز تک رہنے کے باوجود میں بمبئی والا بالکل نہیں بن سکا۔ بڑی بڑی عقیدت مندانہ پیش کش کو شکریے کے ساتھ واپس کردیا۔ تملق، چاپلوسی اور خوشامد سے نفرت رہی اور مدرسے کی فضا میں جو ذہن و مزاج بنا تھا وہ اس شہر کی رنگینی اور دولت کی نذر نہ ہوسکا اور الحمد للہ کہ میں نے اس شہر کے ایک معمولی کمرے میں بیٹھ کر وہ کام کیا جو بڑی بڑی تنخواہوں پر علمی اور تصنیفی و تالیفی اداروں میں کیا جاتا ہے اور اس سے دولت کمائی جاتی ہے"۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

تیس سال سے زائد مدت تک بمبئی میں مستقلاً قیام رہا اور جس شہر میں شبلی مرحوم "کنار آب جوپاٹی و تل گشت اپالو" کی سیر کرکے غزل کہا کرتے تھے، ان کے ایک ہم وطن نے ایک معمولی سے کمرے میں "مرکز علمی" کا بورڈ لگا کر تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری اور مقالہ نویسی کا دور شباب گذارا۔ میں نے بڑے بڑے عقیدت مندوں کی عقیدت اور بڑی بڑی پیش کش کرنے والوں کی پیش کش کا شکریہ ادا کرکے شہر کی چمک دمک میں کھو جانے کے مقابلے میں بوریہ نشینی کو ترجیح دی۔ میرے بہی خواہ اور مخلص بزرگ واحباب اس معاملے میں مجھے احمق سمجھتے تھے اور میں کم از کم اس بارے میں اپنے کو عقل مند سمجھتا تھا، بلکہ اب بھی سمجھتا ہوں۔

"بمبئی غریب پرور ہونے کے ساتھ ساتھ علم کش شہر ہے جس کا احساس مجھے یہاں آنے سے پہلے ہی تھا، اس لیے میں نے دولت وثروت کے اس اندرون قعر دریا" میں تیس سال سے زائد "تختہ بند" ہونے کے باوجود اپنے دامن علم کو تر نہیں ہونے دیا اور مختلف قسم کی مصروفیات کے باوجود، عرب و ہند کے ابتدائی چار سو سالہ تعلقات پر عربی اور اردو میں متعدد کتابیں لکھ کر ایک بڑے خلا کو پر کیا"۔

اب نئی نسل کو کس طرح سمجھایا جائے کہ قناعت کتنی بڑی دولت ہے بلکہ یہی دولت ہے۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حال میں دولت مند ہے اور اس سے عاری ہونے کی صورت میں خزانہ قارون اور دولت فرعون و نمرود کی فراوانی کے باوجود مفلس بے مایہ ہے۔ عربی کے شاعر نے کتنی سچی بات کہہ دی ہے۔

ما كل ما فوق البسيطة كافيا فاذا قنعت فكل شيء كافي

یعنی اگر انسان قناعت پسند ہے تو کوئی بھی چیز اس کے لیے کافی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر روے زمین کی تمام چیزیں اس کے لیے ناکافی ہیں۔

قناعت کے ہتھیار کے ذریعے، دنیا کے تمام مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے، بلکہ قناعت پیشہ افراد کے نزدیک دنیا کا کوئی "مسئلہ" مسئلہ نہیں ہوتا، اسی لیے وہ تمام مسائل اور الجھنوں سے یکسو ہو کر صرف اپنے اپنے عظیم اور شریفانہ مقاصد کو بروئے کار لانے میں جٹ جاتے ہیں اور ایسے ہی افراد کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں انسانی برادری کو سعادت و سرخ روئی اور فلاح و بہبود کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ دور آخر میں ہمارے اکابر دیوبند بھی قناعت کی مثال تھے۔ ان کی قناعت کے قلعے کو منعمان دہر اپنی کسی کوشش کے ذریعے فتح نہ کر سکے اور ان خدامستوں کی زبان حال، سرخ روئی سے یہ شعر پڑھتی رہی۔

اپنی سی چال چل کے رہے منعمان دہر مٹھی نہ کھل سکی مرے دست سوال کی

اسی قناعت پسندی اور فقر غیور کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند اور اس کی جدوجہد کی شکل میں برصغیر میں اسلامی نشات ثانیہ کی طاقت اور تحریک کی بنا اس طور پر استوار کی کہ اس کا شجرہ طوبی روز اول سے تاہنوز سرسبز وشاداب ہے اور کسی بھی موسم میں برگ وبار لانے میں کوتاہی نہیں کرتا۔

قاضی صاحب نے قناعت کا درس بچپن ہی سے لینا شروع کر دیا تھا، اپنے گھر میں اور اپنے معاشرے میں جس میں اس وقت لوگ قناعت پسندی و کفایت شعاری اور سادگی کی فطرت پر جنم لیتے تھے اور ان عناصر سے مرکب زندگی جینے میں ایسی راحت وسکون محسوس کرتے تھے، جو اب وسائل زندگی سے بھرے پرے اس دور میں کسی انسان کو نصیب نہیں۔

وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"طالب علمی کا پورا دور عسرت اور تنگ دستی میں گذرا۔ کھانے، پینے اور پہننے میں کفایت شعاری اور سادگی ہی رہی۔ اس وقت آج کل کی طرح معاش ومعیشت میں فراوانی وفراخی نہیں تھی۔ عام طور پر لوگ روکھی پھیکی زندگی کے عادی تھے اس لیے تنگ دستی اور غربت کا احساس نہیں تھا۔ بلکہ سب لوگ اسی زندگی پر راضی وخوش رہا کرتے تھے۔ اس میں بڑی خیر وبرکت تھی۔ میں ہر معاملے میں اپنے ذوق وشوق کے مطابق سامان مہیا کرلیا کرتا تھا اور کبھی احساس کم تری کا شکار نہیں ہوا۔

قاضی صاحب "علم کے سچے عاشق تھے۔ انھیں جھوٹی شہرت اور وقتی نام وری سے بے پرواہ رہ کر علم میں مشقت آمیز وصبر آزما سفر دراز میں بے پناہ لذت ملتی تھی۔ افسوس ہے کہ نسل نو اس لذت سے ناآشنائے محض ہوتی جارہی ہے، اسی لیے اس کی تخلیقات اور نتائج مطالعہ وتصنیفات میں گہرائی اور دقت نظر کا دور دور تک پتہ نہیں، بلکہ سطحیت ہی اس کی شناخت بن گئی ہے۔ اس لیے کہ علم وتحقیق کی راہ میں قاضی صاحب ان کے بعض ہم عصر اور ان کے اکثر پیش رو جس طرح "مکارہ" (ناپسندیدہ چیزیں

<۵۹>

یعنی مصائب و تکالیف) کو برداشت کرنے بلکہ انہیں شیریں سمجھنے کے عادی تھے، یہ صفت نسل نو میں معدوم ہو گئی ہے اور لگتا ہے کہ ماؤں نے اب سابقہ نسل کے لوگوں کو جننا چھوڑ دیا ہے۔

فروغ شمع جواب ہے، رہے گی رہتی دنیا تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

شمع علم تو جلتی رہے گی، لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ اس پر نثار ہونے والے پروانے اب ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔

علم کے ساتھ ان کے عشق و خلوص کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی کسی کتاب کا ذاتی طور پر نہ تو حقوق طبع محفوظ کرایا، نہ ہی معاوضے کی بات کی، نہ رائلٹی لی، بلکہ خدمت علم کے جذبے سے کتابیں لکھیں اور اسی جذبے سے مختلف ناشرین کو ان کی طباعت واشاعت کی اجازت دے دی۔ یہ اور بات ہے کہ بعض ناشرین نے (جو کہ عموماً نامعقول اور ناخدا ترس ہوتے ہیں) اپنے لیے "جملہ حقوق طبع بحق ناشر محفوظ ہیں" کے ساتھ ان کی کتابیں چھاپیں۔ اس عمومی اجازت کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ "حقوق طبع بحق موٴلف محفوظ" والی کتابیں عموماً موٴلف کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد نایاب ہو جاتی ہیں۔ نیز ان کے ورثہ کے آپسی اختلاف کی آماج گاہ بن کر اہل علم کے لیے باعث اذیت وافسوس بن جاتی ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کی کوئی کتاب اسی لیے نایاب نہیں ہوتی کہ انہوں نے محض خدمت دین وعلم وعقیدہ وملت کی خاطر کتابیں لکھیں اور ہر ایک کو چھاپنے کی عام اجازت دے دی۔

سادگی، تواضع، بے تکلفی، قناعت شعاری، ملنساری، شفقت آمیز برتاؤ، نرم خوئی، علمی انہماک، مطالعہ و تصنیف میں محویت، دنیا کی لذتوں اور مادیت کے سحر سے مکمل آزادی اور شہرت سے نفرت وغیرہ قاضی اطہر صاحب مبارک پوری کی شخصیت کے عناصر ترکیبی تھے۔

قاضی صاحب، میانہ قد، قدرے کشادہ جبیں، متوازن الجسم، گندم گوں رنگ، گھنی داڑھی والے قوی الحافظہ ذہین اور اپنے ملنے جلنے والوں کو بہت دنوں تک یاد رکھنے والے آدمی تھے۔ کثرت مطالعہ کی وجہ سے شروع ہی میں بینائی کمزور ہو گئی تھی اس لئے بہت پاور کا موٹے شیشے والا چشمہ استعمال کرتے تھے نہایت خود دار آدمی تھے۔ زندگی اور انسانوں سے بہت پر امید رہا کرتے تھے۔ وقت کے قدرداں تھے، جو ایک سچے خادم علم کا ممتاز خاصہ ہوا کرتا ہے۔ دنیوی غموں سے آزاد اور علمی مشاغل کے غلام تھے۔ ترفع اور خود پسندی سے کوئی مناسبت نہ تھی البتہ خود سازی پر ان کی توجہ ہمیشہ مرکوز رہی۔ بہت سے اہل علم وقلم کی طرح اپنی تعریف آپ کرنے کے عادی نہ تھے اور نہ ہی دوسروں کو حقیر یا کم رتبہ سمجھتے تھے۔ دوسروں سے بات چیت کرتے وقت پرسکون رہتے۔ طلبہ اور اہل علم سے بے حد محبت کرتے اور متکبروں اور انانیت شعاروں سے سے زیادہ نفرت کرتے تھے خواہ وہ کسی قد و قامت کے ہوں۔

# مختصر سوانحی خاکہ

## ولادت اور نام ونسب۔

قاضی صاحب کی ولادت 4رجب 1334ھ مطابق 7مئی 1916 کو صبح پانچ بجے مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ ان کے جداعلی سلطان نصیرالدین ہمایوں ( 914ھ۔ 964۔ 1508ء۔ 556ء۔) کے عہد سلطنت میں ، کڑامانک پور سے ،راجہ سید مبارک بن راجہ سید احمد بن راجہ سید نور بن راجہ سید حامد چشتی مانک پوری متوفی 2 شوال 965 ھ بانی مبارک پور کے ہم راہ ،مبارک پور آبسے تھے۔ قاضی صاحب کے خاندان میں اسی زمانے سے نیابت قضا کا عہدہ چلا آرہا تھا۔ اسی مناسبت سے انہیں اوران کے تمام اہل خاندان کو قاضی کے سابقے کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔

قاضی صاحب کے نانا مولانا احمد حسین صاحب رسول پوری متوفی 26 رجب 1359 ھ نے ان کا نام "عبدالحفیظ" رکھا تھا لیکن وہ قلمی علمی دنیا میں قاضی اطہر مبارک پوری کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

مولانا عبدالحفیظ قاضی اطہر مبارک پوری بن شیخ حاجی محمد حسن بن شیخ حاجی لعل محمد بن شیخ محمد رجب بن شیخ محمد رضا بن شیخ امام بخش بن شیخ علی۔

ان کے والد شیخ حاجی محمد حسن نے 11 ربیع الاول 1398 ھ میں وفات پائی۔

## پس ماندگان

قاضی صاحب نے اپنے پیچھے اہلیہ محترمہ (خدا صحت کے ساتھ انہیں عمر دراز بخشے) کے علاوہ چار صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں چھوڑی ہیں۔ ماشاء اللہ سبھی صاحب اولاد ہیں۔

سب سے بڑے لڑکے مولانا خالد کمال صاحب دارالعلوم دیوبند اور مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ اس وقت سعودی عرب کی وزارت امور مذہبی کی طرف سے گھانا میں بر سر تدریس و دعوت ہیں۔ دوسرے لڑکے مولانا حاجی ظفر مسعود صاحب جامعہ مفتاح العلوم مئو کے سند یافتہ ہیں۔ اپنے وطن مبارک پور میں کاروبار میں مشغول ہیں تیسرے لڑکے مولانا سلمان مبشر صاحب دارالعلوم دیو بند اور مدینہ یونیورسٹی کے فارغ ہیں۔ پہلے گھانا میں تدریس و دعوت میں سر گرم عمل رہے۔ اب مدرستہ المساکین، بہادر گنج، ضلع غازی پور میں مدرس ہیں۔ چوتھے لڑکے قاضی احسان احمد صاحب ، شبلی کالج اعظم گڑھ کے ڈگری ہولڈر ہیں اور مبارک پور ہی میں اپنا میڈیکل اسٹور چلا رہے ہیں۔

صاحب زادیوں میں بڑی صاحب زادی "ام سلمہ" اپنے شریک حیات جناب ماسٹر مصباح الدین

کے ساتھ فیروز آباد میں رہائش پذیر ہیں جہاں ماسٹر صاحب انٹر کالج میں استاد ہیں۔ جب کہ دوسری صاحب زادی "شمیمہ" جناب رضوان احمد ساکن "نوادہ" ضلع اعظم گڑھ کو منسوب ہیں۔ رضوان صاحب بھی مدینہ یونیورسٹی کے فیض یافتہ ہیں۔ اس وقت اپنے وطن ہی میں برسر تجارت ہیں۔

## حصول تعلیم۔

قاضی صاحب نے قاعدہ بغدادی، ناظرہ قرآن شریف اور اردو وغیرہ کی ابتدائی تعلیم اس زمانے کے بابرکت رواج کے مطابق محلے کے خانگی مکتب میں حاصل کی۔ اس کے بعد جب کہ وہ قرآن پاک کا تیسرا پارہ ناظرہ پڑھ رہے تھے۔ مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے۔ اسی مدرسہ میں قرآن پاک ختم کیا پھر اردو فارسی کی تعلیم پندرہ سال کی عمر تک بقول ان کے کھیل کود کر حاصل کی۔

صفر 1350ھ سے شعبان 1359ھ کے دوران درس نظامی میں پڑھائے جانے والے تمام علوم وفنون کی تحصیل، مدرسہ احیاء العلوم ہی میں کی۔ البتہ شوال 1358 ھ تا شعبان 1359 ھ کا ایک سالہ تعلیمی زمانہ، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں گذارا جہاں انہوں نے دورہ حدیث شریف میں مولانا سید فخر الدین احمد متوفی 1392 ھ مولانا سید محمد میاں دیوبندی ثم الدہلوی متوفی 1395 ھ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی متوفی 1395 ھ ایسے اساتذہ یگانہ سے فیض پایا۔ درمیان میں 1354 ھ میں بھی انہوں نے جامعہ قاسمیہ میں داخلہ لیا تھا۔ لیکن ناگزیر اسباب کی بنا پر صرف 2 ماہ بعد مبارک پور واپس آگئے تھے۔

مدرسہ احیاء العلوم میں جن اساتذہ کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ مولانا مفتی محمد یسین مبارک پوری متوفی 1404 ھ مولانا محمد شکر اللہ مبارک پوری متوفی 1361 ھ مولانا بشیر احمد مبارک پوری متوفی 1404 ھ، مولانا محمد عمر مظاہری مبارک پوری، اور ان کے اپنے ماموں، مولانا محمد یحیٰ رسول پوری متفی 1387 ھ۔

اپنی مختصر خود نوشت سوانح حیات میں انہوں نے مبارک پور اور قرب وجوار میں ان کے زمانے میں موجود، ان علماء اور اہل کمال کے نام گنائے ہیں، جن کے کاموں اور کارناموں کو دیکھ سن کر ان کے اندر علمی حوصلہ بیدار ہوا اور ان سے کسی نہ کسی طرح راہنمائی ملی۔ ان میں سرفہرست ان کے جد محترم مولانا احمد حسین صاحب رسول پوری متوفی 1359 ھ ہیں، جو متبحر عالم، مدرس، مصنف، ادیب، طبیب حاذق اور عربی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ دوسرے مولانا عبدالرحمن مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی" متوفی 1353ھ تیسرے مولانا عبدالسلام مبارک پوری مصنف "سیرۃ البخاری" متوفی 1343ھ۔

نیز علوم وفنون کی پچاسوں ان امہات الکتب کے نام بھی لیے ہیں جنھیں انہوں نے عاریتاً یا خرید کر پڑھیں اور ان کے ذریعے اپنی علمی صلاحیت کو پختہ کیا اور ثقافتی اثاثے کو وسعت دی، جس کے طفیل علمی دنیا میں دھوم مچا دینے والی تصنیفات ان کے قلم سے نکلیں۔

ان کی علمی گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ طالب علمی کے اولیں دور سے ہی جب کہ وہ عسرت کی زندگی گذار رہے تھے۔ درسی کتابوں کے علاوہ بہت سی غیر درسی مطبوعات و مخطوطات خریدیں اور جو نایاب تھیں انہیں اپنے قلم سے نقل کرلیں کہ اس زمانے میں آج کی طرح فوٹو اسٹیٹ کی کوئی سہولت نہ تھی۔ انھوں نے اپنی مختصر آپ بیتی میں خریدی ہوئی کتابوں کی فہرست، اس زمانے میں ان کی قیمتیں اور اکثر کتابوں کی تاریخ خرید نیز نقل کی ہوئی کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

## انشاء اور مضمون نگاری کا ذوق۔

مضمون نگاری کا شوق ان کے اندر اپنے نانا مولانا احمد حسین متوفی 1359 ھ کی صحبت سے پیدا ہوا۔ جن کے ذاتی کتب خانے میں علم وفن کی بے بہا کتابیں کثرت سے موجود تھیں اور انھیں تصنیف و تالیف کا صاف ستھرا مذاق تھا۔ مطالعہ وکتب بینی کے رسیا تھے۔ ان کی نشست کے کمرے میں ہر چہار جانب کتابیں مطالعہ کے لیے چٹائی پر بکھری رہتی تھیں۔ قاضی صاحب کو چوں کہ لکھنے پڑھنے کا خداداد شوق تھا۔ اس لیے ان کی تربیت اور طریق مطالعہ و تصنیف سے اپنے شوق کو مہمیز کیا۔ لیکن باقاعدہ راہنمائی انھوں نے کسی سے حاصل نہیں کی بلکہ اس سلسلے میں صرف ان کے ذوق اور خود اعتمادی نے ان کا حوصلہ بڑھایا وہ فرماتے ہیں کہ۔

"معلومات کی فراہمی، ان کی ترتیب اور اسلوب نگارش وغیرہ میں چوں کہ کسی کی راہنمائی حاصل نہ ہوسکی، اس لیے ایک مضمون کئی کئی بار لکھتا اور پھاڑ کر پھینک دیا اور کافی محنت کے بعد میرے ذوق کے مطابق ہوتا ساتھ ہی خیال ہوتا کہ یہ مضمون قابل اشاعت ہوا کہ نہیں؟ مگر جب بغیر کسی حک واضافے کے چھپ جاتا تو حوصلے میں نئی جان آجاتی اور فوراً دوسرا مضمون تیار کرنے میں لگ جاتا"

انھوں نے اشارہ کیا ہے کہ انہیں مضمون نگار بنانے اور تصنیف و تالیف کے لیے حوصلہ دینے میں؛ مولانا سید محمد میاں دیوبندی دہلوی متوفی 1395ھ کا بڑا ہاتھ ہے۔ وہ مراد آباد سے رسالہ "قائد" نکالتے تھے۔ اتفاق سے 1357ھ میں احیاء العلوم مبارک پور کی جمعیۃ الطلبہ کے سالانہ جلسے کی صدارت کے لیے بلائے گئے۔ اس موقع سے مولانا محمد میاں صاحب مرحوم کو عبدالحفیظ قاضی اطہر مبارک پوری شاعر اور مضمون نگار کا تعارف ہوا اور انھوں نے قاضی صاحب کو رسالہ "قائد" میں مضمون لکھنے کی دعوت دی چنانچہ مستقل طور پر رسالہ "قائد" میں ان کے مضامین اور اشعار چھپنے لگے۔ شاعری اور مضمون نگاری کا تسلسل تالیف پر منتج ہوا اور انھوں نے زمانہ طالب علمی ہی میں پانچ کتابیں لکھ ڈالیں۔ دو عربی میں اور تین اردو میں۔

## رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد کے مشاغل۔

ازشوال 1359 ھ تا 1364 ھ 1940 ء تا 1944 ء مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں تدریس کی خدمت انجام دی۔ اس دوران شباب کمپنی (ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سورتی) کے لیے سید جمال الدین افغانی (1254 ھ 1314 ھ 1839 ء 1897 ء) کے دو عربی رسالوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔

27 نومبر 1944ء تا 12 جنوری 1945ء مرکز تنظیم اہل سنت امرتسر سے منسلک رہے۔ اس دوران ردشیعیت و قادیانیت میں مضامین لکھے، لکھوائے اور چھپوائے۔

13 جنوری 1945ء تا یکم جون 1946ء زمزم کمپنی لمیٹڈ لاہور سے منسلک رہے۔ اس عرصے میں ساڑھے نو سو صفحات میں منتخب التفاسیر مرتب کی۔

قیام لاہور کے دوران قاضی صاحب کے والد صاحب حج کو گئے ; تو شوال 1366 ھ تا صفر 1367 ھ (یکم اکتوبر 1946 ء تا جنوری 1947 ء) مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں عارضی مدرسی کی۔

17 جنوری 1947 سے سہ روزہ زمزم روزنامہ ہو گیا تو اس کے ایڈیٹر مولانا محمد عثمان فارقلیط 1396 ھ /1976 ء کے زیر تربیت اس سے وابستہ ہو کر صحافت سیکھی۔ تقسیم ملک سے کچھ دن پہلے دونوں اس ارادے سے اپنے وطن آگئے کہ ہنگامہ فرد ہونے کے بعد لاہور واپس آجائیں گے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی کے دراز تر ہو جانے کی وجہ سے ان کے لئے یہ ممکن نہ ہو سکا۔

1948ء کے آغاز میں بہرائچ سے ہفتہ روزہ "انصار" نکالا "حکومت کے عتاب کی وجہ سے آٹھ ماہ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔

شوال 1367 ھ تا شعبان 1368 ھ، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تعلیمی خدمت انجام دی۔

جمعہ 28 ذی الحجہ 1368 ھ نومبر 1949 ء کو وہ بمبئی وارد ہوئے جو ان کے علمی سفر کی آخری منزل تھی اور جہاں انھوں نے تیس سال سے زائد مدت تک قیام کر کے اہم علمی، ثقافتی اور صحافتی کارنامے انجام دیے۔

بمبئی میں انہوں نے شروع میں دفتر جمیعۃ علماء صوبہ بمبئی میں افتا اور دیگر تحریری کام کیے۔ پھر روزنامہ جمہوریت میں نائی مدیر رہے۔

13 فروری 1951 ء سے مارچ 1991 ء تک یعنی چالیس سال سے زائد مدت تک روزنامہ "انقلاب" میں "جواہر القرآن" اور "احوال و معارف" کے عنوان سے علمی، دینی، سیاسی اور تاریخی مضامین لکھتے رہے۔

1952ء جب انجمن خدام النبی کی طرف سے ماہنامہ اور ہفت روزہ "البلاغ" نکلنا شروع ہوا تو دونوں کی ادارت میں کام کرنے لگے۔ ہفت روزہ "البلاغ" تو کچھ ماہ بعد بند ہو گیا، لیکن ماہنامہ "البلاغ" پچیس سال تک ان کی ادارت میں نکلتا رہا۔

12 نومبر 1960 سے دس سال تک انجمن اسلام ہائی اسکول میں دینیات و اخلاق کی تعلیم دی۔ نیز اسی دوران دارالعلوم امدادیہ بمبئی میں جزوقتی مدرسی کی۔

1951ء میں بھیونڈی میں "مفتاح العلوم" کی بناڈالی جو تاہنوز سر گرم عمل ہے۔

اردو تصانیف۔

(1)عرب وہند عہد رسالت میں (2) خلافت راشدہ اور ہندوستان (3) خلافت امویہ اور ہندوستان (4) خلافت عباسیہ اور ہندوستان (5)ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (6)اسلامی ہند کی عظمت رفتہ (7) مآثر ومعارف (8) دیار یورپ میں علم وعلماء (9) آثار واخبار (10) مختصر سوانح ائمہ اربعہ (11) تدوین سیر ومغازی (12) خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت (13) خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات (14) معارف القرآن (15) علی وحسین (16) طبقات الحجاج (17) تذکرہ علمائے مبارک پور (18) تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں (19) افادات حسن بصری (20) اسلامی نظام زندگی (21) حج کے بعد (22) مسلمان (23) اسلامی شادی (24) قاعدہ بغدادی سے صحیح بخاری تک۔

عربی تصنیفات۔

(25) رجال السند والهند (26) العقد الثمین فی فتوح الهند ومن ورد فیها من الصحابة والتابعین (27) الهند فی عهد العباسیین۔

قابل ذکر ہے کہ کتاب نمبر (1) اور نمبر (5) کے ترجمے بھی عربی زبان میں قاہرہ سے چھپ چکے ہیں۔ دونوں ترجمے ایک مصری عالم کے قلم سے ہیں۔

عربی میں تحقیق وتحشیہ۔

(28) جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول لابی الفیض محمد بن محمد بن علی حنفی فارسی (29) تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین البغدادی (30) دیوان احمد، جو ان کے نانا مولانا احمد حسین کے عربی اشعار کا مجموعہ ہے۔ قاضی صاحب نے اسے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

علمی ودینی اسفار۔

قاضی صاحب نے پانچ حج کیے۔ پہلا حج 1375ھ میں، دوسرا 1385ھ میں، تیسرا 1393ھ میں، چوتھا 1397ھ میں، پانچواں 1402ھ میں۔

چوتھے حج 1397ھ 1976ء کے بعد انہوں نے بلاد عرب وافریقہ کا علمی وثقافتی دورہ کیا۔ وہاں کے ممتاز علماء سے ملے، کتب خانوں سے استفادہ کیا، نادر کتابوں کی معلومات حاصل کی اور عالم اسلام کے ایک معتد بہ حصے کے مسلمانوں کے حالات ومسائل سے قریب سے واقف ہوئے۔ جن ملکوں اور شہروں میں گئے، ان کے نام اور اسفار کی تفصیل انہوں نے اپنی آپ بیتی میں لکھ دی ہے۔

اعزازی نشانات وانعامات۔

مارچ 1984ء میں تنظیم فکر ونظر سکھر کی دعوت پر سندھی ادبی میلے میں شرکت کی۔ اس موقع سے انہیں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق (ش 3 محرم 1409ھ مطابق 17 اگست 1988ء بروز

چہار شنبہ) کے ہاتھوں تنظیم کا اعزازی نشان، سندھ کی روایتی چادر اور ٹوپی دی گئی۔

1400 ھ میں اسلام آباد پاکستان میں منعقدہ تیسری عالمی کانفرنس اور سرکاری سیرت کانفرنس میں مدعو ہوئے اور شرکت کی۔ اس موقع سے جنرل ضیاء الحق مرحوم نے انہیں ایک نہایت قیمتی لیمپ، عمدہ کشمیری مصلی اور ایک حمائل شریف تحفے میں دیا۔

اگست 1986ء میں تنظیم فکر و نظر سندھ نے قاضی صاحب کی اپنے ہاں کی چھپی ہوئی کتابوں کی رسم اجراء میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے، قاضی صاحب کو دعوت دی۔ وزیر اعلیٰ سندھ سید غوث علی شاہ کی صدارت میں، تاج محل ہوٹل کراچی میں ایک شاندار و پر وقار جلسہ ہوا، جس میں چوٹی کے پاکستانی اہل علم و قلم وادب و ماہرین قانون و ماہرین تعلیم و تربیت نے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

15 اگست 1984ء کو صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے، عربی زبان اور علمی وتحقیقی کارناموں کے پیش نظر، توصیفی سند، کشمیری چادر اور پانچ ہزار روپے نقد سالانہ تاحیات کی پیش کش کی گئی۔ 1998 میں یہ رقم دس ہزار کر دی گئی تھی۔

وہ ادارے جن کے ممبر یا سرپرست ہے۔

(1) معتمد انجمن تعمیرات ادب مزنگ لاہور، (2) مشیر علمی ادارہ التراث العربی کویت (3) (7) رکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ (8) سرپرست شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیو بند (9) اعزازی رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ (10) اعزازی مدیر ماہنامہ "برہان" دہلی (11) رکن مجلس شوریٰ دار العلوم ندوۃ العماء لکھنؤ (12) رکن مجلس شوریٰ تاج المساجد بھوپال (13) رکن مجلس شوریٰ جامعہ اشرفیہ نیا بھوجپور (بہار)۔

خدائے پاک انہیں دین وعلم کی بے بہا خدمت کے طفیل، جنت الفردوس میں جگہ دے اور جوار انبیاء صدیقین و شہداء و صالحین سے نوازے۔ پس ماندگان اور متعارفین اور اہل قرابت کو صبر جمیل واجر جزیل عطا کرے اور ہم سبھوں کو ان کے علم و فضل سے مستفیض کرے اور ان کے بعد کے خلاء کو بہتر طریقے سے پر کرے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بقیہ ص ۱۷

آزاد اسلامی ریاست کی مقدس فضاؤں میں چار دن گذارنے کے بعد ہم نے واپسی کیلئے رخت سفر باندھا۔ اور یہ سوچتے ہوئے واپس ہوئے کہ ایک بار پھر نسوانی حکومت والی سرزمین میں داخل ہو رہے ہیں۔

------یارب ایں خاک پریشاں از کجا بر داشتم

اس امید کے ساتھ کہ ایک دن اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر بھی رحم فرماتے ہوئے اس کو اسلامی خلافت کا گہوارہ بنائے گا۔

ع------- کب نظر آجائے گی بیداغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

۲۹۹۔

# دارالعلوم کے شب وروز

عبدالوہاب فاروقی متعلم دارالعلوم حقانیہ

## دارالعلوم حقانیہ کے نئے ایوان شریعت کا فتح مبین کانفرنس سے افتتاح

سبر کے اواخر میں اسلامی تحریک طالبان کے جانبازوں نے جرات ایمانی اور سرفروشی کا زرین باب رقم کرتے ہوئے افغانستان کے دارلحکومت کابل پر امن وسلامتی کا سفید پرچم لہرادیا۔
اس سے جہاں فدایان اسلام میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی اس کے ساتھ ہی دشمنان دین کے دلوں پر گویا خنجر چل گیا۔ اور انہوں نے طالبان کے خلاف مذموم اور مسموم پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کردیا۔ ایسے حالات میں طالبان کی حوصلہ افزائی اور اس مکروہ پروپیگنڈے کے زور کو کم کرنے اور اصل حالات لوگوں کے سامنے لانے کیلئے جہاں جمیعت علماء اسلام کے رہنماؤں نے اخبارات وجرائد میں طالبان کے حق میں خبریں اور مضامین شائع کئے وہاں یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس سلسلہ میں ملکی سطح پر ام المدارس جو روز اول سے جہاد افغانستان کی مرکزی چھاؤنی دارالعلوم حقانیہ میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا جائے۔
لہذا 16 اکتوبر کو فتح مبین کانفرنس کے نام سے جلسہ کا اعلان کردیا لیا۔ اور اس کو کامیاب بنانے کیلئے پر زور تیاریاں شروع کردی گئیں۔ پوسٹر چھاپ دئے گئے اور ملک کے مایہ ناز علماء، مشائخ، سیاستدان، مجاہدین اور جہاد افغانستان سے وابستہ اہم افراد کو دعوت نامے جاری کردئے گئے۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس مبارک موقع پر نئی تعمیر شدہ عمارت "ایوان شریعت" کا افتتاح بھی ہوجائے۔

## ایوان شریعت

یہ عظیم عمارت کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر کی گئی ہے۔ اس سہ منزلہ عمارت میں، پہلی منزل پر ہسپتال دوسری منزل پر دارالعلوم کے جملہ دفاتر اور تیسری منزل پر ایشیاء کا سب سے بڑا دارالحدیث واقع ہے۔ یہ پرشکوہ عمارت چار سال کے شب روز کی محنت شاقہ کے بعد تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اس کے دائیں طرف دورہ حدیث کے طلبہ کیلئے چار منزلہ رہائشی ہاسٹل الاحاطۃ المدنیہ (المنسو. الیٰ السید حسین احمد المدنی رحمۃ اللہ علیہ) واقع ہے جس میں ایک ہزار طلبہ کی رہائش کا انتظام ہے۔ اور بائیں طرف حضرت الشیخ مولانا عبدالحق قدس سرہ کا مرقد مبارک اور دارالقرآن واقع ہے۔ دارالحدیث ہال میں تین ہزار طلبہ کی گنجائش ہے۔ اس میں بنائے گئے اسٹیج پر دو سو کے قریب افراد آسکتے ہیں۔ ہال کے درمیانی حصہ میں کوئی ستون نہیں ہے۔ اطراف میں گیلریاں بنی ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی شیخ

الحدیث چیمبر بنایا گیا ہے۔ عمارت میں لکڑی اور شیشے کا انتہائی خوبصورت کام کیا گیا ہے۔ تمام سیڑھیاں سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں۔انشاءاللہ جلد ہی تمام عمارت کو ائر کنڈیشنڈ کرانے کا پروگرام ہے۔

ایوان شریعت کی تعمیر پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ اور حضرت مہتمم صاحب بجا طور پر صدہزار شکریہ کے مستحق ہیں۔ جن کے توصلہ اور بلند ہمتی کی بدولت علوم نبویہ کے اہم مراکز جیسے حرمین کوفہ و بغداد ، بخارا و ثمرقند اور بصرہ و دیوبند کی علمی عظمتوں کے امین ، اس عظیم عمارت کی تعمیر ممکن ہوئی۔

ایوان شریعت کے دو بلند و بالا اور فلک بوس مینارین علوم نبویہ کی عظمت و رفعت کا ایک عجیب احساس دلائیں گے۔ اور عمارت کی پیشانی پر بنائے جانے والے مصحف مبارک کی روشن شعائیں انشاءاللہ پوری دنیا میں اسلام کی حقانیت اور ابدیت کا پیغام پہنچائیں گی۔

خوبصورت نقش و نگار سے مزین چھت اور اس کے اندر لگائے گئے ... لائٹیں حسن و دلکشی کا ایک عجیب سماں پیش کرتی ہیں۔

طلبہ کے جوش و خروش کا عالم دیدنی تھا صبح ہی سے شرکاء کانفرنس کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہر شخص کے چہرے پر خوشی اور مسرت کی چمک تھی۔ کانفرنس میں سیکورٹی کا انتظام دارالعلوم کے طلبہ نے سنبھال لیا تھا۔ اگرچہ مقامی پولیس کے لوگ بھی کافی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ طلبہ نے مخصوص وردیوں اور بیجوں کے ساتھ پورے دارالعلوم اور کانفرنس ہال میں جا بجا اپنے ساتھی متعین کر رکھے تھے۔ استقبالیہ کیلئے بھی طلبہ کا متعین دستہ پوری چابکدستی اور احساس ذمہ داری کا ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ جا بجا استقبالیہ گیٹ بنے ہوئے تھے اور دارالعلوم میں مختلف مقامات پر بینرز لگائے گئے تھے۔جن پر استقبالیہ کلمات کے علاوہ طالبان کی حمایت میں مختلف نعرے درج تھے۔ پورے ہال کو بھی بینرز اور کتبوں سے سجایا گیا تھا۔جن پر اس قسم کے نعرے لکھے ہوئے تھے "طالبان کی اسلامی حکومت کو فوراً تسلیم کیا جائے"، "عالم اسلام کی نئی مجاہد قیادت طالبان"، "ہم فاتحین کابل کو خوش آمدید کہتے ہیں"، "دارالعلوم حقانیہ کو اپنے مجاہد فرزندوں پر فخر ہے۔"، "تحریک طالبان، تحریک ریشمی رومال کا تسلسل ہے۔"، "تحریک طالبان سولہ لاکھ شہداء کی آرزوؤں کے امین ہیں"، "دارالعلوم حقانیہ مکہ ومدینہ، کوفہ وبغداد، بصرہ ثمرقند اور دیوبند کی علمی عظمتوں کا امین ہے"، "ہم امیر المومنین ملا محمد عمر کو فتح کابل پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ"۔

کانفرنس سے دو گھنٹہ قبل جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک مختصر اجلاس ہوا جس میں قائد محترم مولانا سمیع الحق صاحب نے علمائے کرام کو تحریک طالبان کی حالیہ کامیابی اس سے عالمگیر سطح پر مرتب ہونے والے اثرات سے آگاہ کیا۔اور طالبان تحریک کی حمایت کیلئے مختلف تجاویز سامنے آئیں ۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ملک کے طول وعرض میں اس طرح کی کانفرنسوں کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے۔

باہر سے آنے والے مہمانوں کے قیام وخورد ونوش کا انتظام حضرت مولانا صاحب کی رہائش گاہ میں کیا گیا تھا۔

نماز ظہر تک دارالعلوم شہر کاء کانفرنس [illegible] بھر چکا تھا۔ نماز سے فوراً بعد کانفرنس ہال کے دروازے کھول دیے گئے۔ کانفرنس ہال جلد ہی بھر گیا اوپر بڑی بڑی گیلریاں بھی شدت ہجوم کی وجہ سے اپنی تنگ دامنی کی شکایت کر رہی تھیں۔ پہلے ہی سے یہ انتظام کیا گیا تھا۔ کہ ہال سے باہر بھی جلسہ سناجاسکے لہذا جن کو ہال میں جگہ نہ مل سکی انہوں نے باہر دارالعلوم کے صحن میں اندر کی کاروائی سماعت کی۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔ اس کے بعد تحریک طالبان سے متعلق، دوطالبان نے ایک پر جوش نظم پیش کی۔ پورا ہال اللہ اکبر اور طالبان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔ جناب مولانا یوسف شاہ صاحب اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے بخاری و ترمذی شریف کی حدیث سے اس دارالحدیث کا افتتاح فرمایا۔ اور بعدازاں تقاریر کا سلسلہ شروع ہوگیا بلوچستان کے امیر جمیعت علماء اسلام جناب مولانا اللہ داد کاکڑ نے مختصر خطاب فرمایا فرمایا۔ جمیعت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ ہم طالبان کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ تحریک طالبان کے رہنما اور ملا محمد عمر مدظلہ کے خصوصی نمائندے مولانا محب اللہ نے اپنے خطاب میں طالبان تحریک کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ آخر میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے مفصل خطاب فرمایا۔ جس میں آنے والے تمام مندوبین، شرکاء کانفرنس، اخباری نمائندوں اور ریڈیو ٹی وی کے نمائندوں کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے تحریک طالبان کے آغاز سے لیکر اب تک کی تفصیلات بیان کیں۔ انہوں نے پوری دنیا کے مسلمان ملکوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سنہری موقع کو ضائع نہ کریں۔ دنیا کے نقشے پر پہلی دفعہ ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے۔ اس کو فوراً تسلیم کرلیاجانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ آج پوری دنیا کو یہ فکر پڑی ہوئی ہے۔ کہ طالبان نے عورتوں کے سکول بند کردیے ہیں۔ فرمایا کہ طالبان عورتوں کو تعلیم سے محروم رکھنا نہیں چاہتے، لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ افغانستان میں پہلے سے موجود لادینی اور کمیونسٹ نظام تعلیم بدستور جاری رہے انہوں نے فرمایا، کہ میرے پاس فرانس کے سفیر آئے اور دریافت کیا کہ طالبان ایسا کیوں کررہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا، کہ جب انقلاب فرانس آیا، تو کیا آپ نے اس پرانے نظام تعلیم کو برقرار رکھا تھا۔ یا یکسر تبدیل کردیا تھا۔ یہ سنکر وہ لاجواب ہوگئے۔ اور اپناسامنہ لے کر رہ گئے۔ آج پوری دنیا کی صیہونی لابیاں اور اسلام دشمن قوتیں اس حوالے سے طالبان کو بدنام کرنے کی کوششیں کررہی ہے۔ حالانکہ افغانستان میں اس سے ہزار گنا بڑے مسائل موجود ہیں۔ سولہ سالہ جہاد اور بعد میں ربانی وحکمت یار کی جنگوں کی وجہ سے پورا افغانستان کھنڈر بن چکا ہے۔ اس کی تعمیر نو اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن یہ لوگ اصل میں اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ یہ چونکہ خالص اسلامی انقلاب ہے۔ اور انقلاب کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ ایک جگہ ٹھہرتا نہیں۔ وہ طالبان کی تحریک کو پوری اسلامی دنیا کی آزادی کا نقطہ آغاز سمجھتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ اگر طالبان کی اسلامی حکومت کی امداد کیلئے اسلامی ممالک کی حکومتیں

جن کی اکثریت امریکہ کی غلامی کا طوق اپنی گردنوں میں ڈال چکی ہیں، آگے نہیں بڑھتیں تو عام مسلمانوں کو آگے بڑھنا چاہیے۔ آخر میں جمیعت علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا نعمت اللہ صاحب نے دعا فرمائی۔

## مختلف غیر ملکی وفود کی دارالعلوم آمد

24 اکتوبر کو برٹش ہائی کمیشن کے سیکنڈ سیکرٹری Dominic Jermy دارالعلوم تشریف لائے۔ 26 اکتوبر کو وائس آف جرمنی اور 27 اکتوبر کو بی بی سی کے نمائندے دارالعلوم حقانیہ کو دیکھنے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات کرنے آئے۔ چونکہ پوری دنیا میں طالبان کے حوالے سے دارالعلوم کا ذکر بھی گونج رہا ہے۔ اس وجہ سے بیرونی دنیا کے لوگوں کو یہ اشتیاق رہتا ہے۔ کہ آخر یہ دارلعلوم کس قسم کا ادارہ ہے۔ جس سے اس قدر تاریخ ساز شخصیات اور تحریکات اٹھتی ہیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں دارالعلوم کے مختلف شعبے دکھائے۔ وہ بڑی حیرت اور استعجاب سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اور بار بار استفسارات کرکے معلومات حاصل کررہے تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں جہاد افغانستان اور تحریک طالبان میں دارالعلوم حقانیہ کے مرکزی اور بنیادی کردار سے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیا

# دارالعلوم کی پچاس سالہ تقریب دستاربندی وختم بخاری شریف کی تیاریاں۔

امسال دارالعلوم کو قائم ہوئے پچاس سال مکمل ہورہے ہیں۔ الحمد لله علی ذالک۔ جس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ ان کے تصور میں بھی شاید یہ بات نہ تھی، کہ یہ مدرسہ آئندہ مستقبل میں عالم اسلام کی ایک عظیم اسلامی یونیورسٹی کی شکل اختیار کرے گا۔ اور اس کا فیضان عام دنیا کے کونے کونے میں پہنچے گا۔ اس کے ساتھ انتہائی پرمسرت اور خوش کن خبر یہ ہے۔ کہ یہاں دارالعلوم کے پچاس سال مکمل ہوئے۔ اور وہاں اس کے فرزندوں نے افغانستان میں خلافت راشدہ کی داغ بیل ڈال دی۔ حسب سابق امسال بھی دورہ حدیث کے طلبہ کی دستاربندی کی جائیگی یہ تمام پاکستان میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد روح پرور اجتماع ہوتا ہے جس میں بغیر کسی اشتہار اور دعوت کے ہزاروں افراد شرکت کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ دارالعلوم کے پچاس سالہ علمی سفر، فتح افغانستان کے حوالے سے ایوان شریعت کی تعمیر اور مولانا سمیع الحق صاحب کے فرزند، ایڈیٹر الحق مولانا حافظ راشدالحق کی تقریب دستاربندی کی وجہ سے امسال یہ تقریب زیادہ

شاندار طریقہ سے منعقد ہورہی ہے۔ اس مبارک اجتماع میں پاکستان اور افغانستان کے ممتاز علماء وصلحاء اور مشائخ شرکت کریں گے۔ واضح رہے کہ امسال شرکاء دورہ حدیث کی تعداد پانچ سو کے لگ بھگ ہے۔

جو کہ پاکستان بھر کے دینی جامعات میں ایک ریکارڈ تعداد ہے۔

## مجلہ الرابطہ کا اجراء

پچاس سالہ تقریبات کی مناسبت سے دارالعلوم کے دورہ حدیث کے طلبہ کا سالانہ تعارفی (مجلہ الرابطہ) کا اجراء بھی امسال ہورہا ہے۔ جس میں پچاس سال میں دارالعلوم سے فارغ ہونے والے تمام حقانی فضلاء کی فہرست، دورہ حدیث کے اساتذہ کا تعارف واسناد حدیث، دارالعلوم کا پچاس سالہ تاریخی علمی سفر اور دیگر مضامین شامل اشاعت ہوں گے۔

بقیہ ص۵۲

وتذلیل کو گویا ان دنوں اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہے۔ بہر حال یہ بات خوش آئند ہے، کہ آپ ہی کے ادارے سے منسلک ثروت جمال اصمعی، جناب عرفان صدیقی اور آپ لوگوں کے ہم خیال جنرل حمید گل نے تکبیر شمارہ نمبر میں آپ کے اداریے اور ادارتی نوٹ کے برعکس رپوٹیں، تجزیے اور انٹرویوز دیے ہیں۔ آخر میں ہم نجیب کے عزاداروں اور قوم پرستوں کے ساتھ اس کی تعزیت میں آپ کی شمولیت پر ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ع ..... تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

# ہفت روزہ تکبیر کراچی کی خدمت میں

ابو محمود

ہفت روزہ" تکبیر " کراچی کا شمار پاکستان کے ان معدودے چند جرائد میں ہوتا ہے۔ جو کہ اسلامی صحافت کا علمبردار اور اس کے مضامین کی ثقاہت عام قارئین کے دلوں میں مسلم ہے مگر افسوس ناک امر یہ ہے، کہ جن لوگوں کے ساتھ ان کا کسی قسم کا اختلاف ہے۔ تو ان پر تنقید کرانے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے بلکہ اس بارے میں بعض اوقات سنی سنائی باتوں کو عنوان بنا کر اس پر اپنی تنقید اور طنز کے تیر برسانا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا۔

چونکہ مجلس ادارت کے ارکان کا تعلق ایک خاص نظریہ اور ایک مخصوص جماعت کے ساتھ ہے اس لیے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے نظریہ اور اپنی مخصوص جماعت و شخصیت کے بارے میں مضامین تحریر فرماتے رہیں۔ تجزیے کرتے رہیں، تبصرے شائع کریں۔ لیکن تنقید کے مد میں دل آزاری کی حد تک جانا اس کا نہ اخلاقی فلسفہ اجازت دیتا ہے نہ شریعت میں اس کی گنجائش ہے اور نہ کسی دوسرے اصول میں اس کیلئے جگہ ہے۔ جبکہ اس کا مشاہدہ اور مطالعہ ہم نے تکبیر کے بیسیوں پرچوں میں کیا ہے۔ انشاء اللہ اگر زندگی رہی، تو ہم " آئینہ تکبیر " میں وہ تضادات اور غیر موزوں مصرحات شائع کریں گے۔ تاکہ عوام کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ صحافت کی مقدس قباء میں کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں۔

ے ------ ایکہ می بینی خلاف آدم اند نیست آدم در غلاف آدم اند

مسئلہ افغانستان میں چونکہ مذکورہ رسالہ جناب گلبدین حکمتیار کے حزب اسلامی کا آرگن رہا ہے ۔ اس لیے ان کا ہر عمل ہر قول اور ہر انداز ان کیلئے حرز جان ہو جاتا ہے۔ اور ان کا ہر معقول اور نا معقول عمل گویا تمام مسلمانوں کیلئے چراغ راہ ہے۔ افغانستان میں جب پروفیسر برہان الدین ربانی کی حکومت تھی۔ اور جناب انجنئیر صاحب ان کے مخالف تھے تو اس وقت ربانی صاحب نہ صرف ہندوستان اور روس کے ایجنٹ تھے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قابل گردن زدنی تھے۔ اور اس پر تکبیر کے بیسیوں پرچے گواہ اور شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر نجیب کے بارے میں " تکبیر " کے رشحات فکر غیر مبہم ہیں۔ اور ان کے سیہ کارناموں کا علم تکبیر ہی کے ذریعے بہت سے قارئین کو ہوا ہو گا۔ اسی طرح جنرل رشید دوستم کے بارے میں تکبیر نے جو رپورٹیں شائع کی ہیں اس سے بھی جنرل دوستم کا چہرہ بے نقاب ہوتا ہے۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ جب قاضی حسین احمد صاحب کی وساطت سے بعد از خرابی بسیار جناب انجنئیر گلبدین حکمتیار اور ربانی صاحب کے درمیان اشتراک حکومت پر اتفاق ہوا، تو اس وقت پھر عالم اسلام اور اسلامی امہ کو کیا کیا نویدیں سنائی گئیں، کہ بس گویا جہاد افغانستان کے ثمرات ظاہر ہوئے۔ اور

>>۳

جس عظیم مقصد کیلئے سولہ سال تک یہ ملک آہن وبارود کا ڈھیر بنا رہا، اب وہ گوہر تابدار ہاتھ لگا ہے، لیکن اس نامعقول حرکت کو کابل ہی کے عوام نے بھی محسوس کیا۔ اور انہوں نے دیواروں پر چاکنگ کرائی کہ ------تو تو کر دیم آمدی ------یعنی جب ہم نے حکمتیار صاحب کو باعزت طور پر وزارت عظمیٰ کیلئے افغانستان بلایا، تو نہیں آئے اور اب "تو تو" کی آواز پر آگئے۔

اب جس دن سے تحریک طالبان شروع ہوئی ہے۔ اور انہوں نے انتہائی قلیل عرصہ میں افغانستان کے تین چوتھائی حصہ پر اپنی حکومت قائم کرلی ہے، ہفت روزہ تکبیر اور اس کے ہم نوا وہم آواز روزنامے اور ہفت روزے خصوصاً (امت) ان درویشان خدامست کے خلاف مسلسل زہر افشانی میں مصروف ہیں۔ خاص کر جناب رفیق افغان صاحب نے جو انداز اپنایا ہے۔ وہ نہ صرف نامناسب ہے بلکہ قابل گرفت بھی۔ یہ لوگ (طالبان) آپ کو صرف اب نظر آئے ------سب سے پہلے جہاد کی ابتداء انہی طلبہ نے کی تھی۔ جبکہ اس وقت ان کے پاس لڑنے کیلئے کچھ نہ تھا۔ اور آپ کے ممدوحین تو بہت بعد میں میدان میں اتر آئے۔ جبکہ ان کو جدید ترین اسلحہ مہیا کر دیا گیا۔ ان مجاہدین طلبہ نے جہاد افغانستان میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔ ان کی قوم کیلئے بے لوث خدمت کسی سے پوشیدہ نہیں بالکل بدیہیات میں سے ہے۔ لیکن معلوم نہیں کن وجوہ کی بناء پر رفیق افغان صاحب نے ان بدیہی امور کو نظریات کے زمرے میں لا کھڑا کیا۔

دراصل ان کو دکھ اس بات کا ہے۔ کہ حکمتیار صاحب خلاف توقع بہت ہی جلد میدان جنگ میں پسپا ہوئے۔ اور انہوں نے سروبی کے جو ناقابل تسخیر ہونے کا ہوا کھڑا کیا تھا۔ اور اسی تاج محل کے سہارے دھمکیاں دے رہے تھے۔ وہ تمام منصوبے جنود الٰہی کے سامنے بیت عنکبوت اور ریت کی دیوار ثابت ہوئے۔ ہم الدین النصیحۃ کے طور پر ان سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ خدارا حقائق سے چشم پوشی نہ کریں اور تحریک طالبان کے خلاف یہ زہر افشانی آپ کی اچھی شہرت کو داغدار اور بدنما بنا سکتی ہے، جبکہ آپ ہی کے ادارے کے بے باک صحافی جناب عرفان صدیقی نے "طالبان کا افغانستان" جیسا تاریخی سفرنامہ لکھ کر آپ کی چشم عبرت وا کرنے کا سامان کر دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ افغانستان سمیت تمام عالم اسلام میں نظام خلافت راشدہ نافذ کرے تاکہ ہم ایک امیر المومنین کے سایہ تلے زندگی گزار سکیں۔ آمین

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ تحریک طالبان کے امیر المومنین جو کہ پاکستان اور افغانستان کے دینی طلبہ اور کثیر عوام کے مسلمہ امیر المومنین ہیں۔ اور ان کے جہاد کیلئے خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کے بارے میں طنزیہ انداز، استہزائیہ کلمات اور غلیظ قسم کے کارٹون شائع کرنا اور امریکی ایجنٹ جیسے نازیبا القابات سے نوازنا کونسی اسلامی صحافت ہے۔ اور یہ ان لاکھوں جمہور عوام کی دلآزاری اور توہین نہیں؟ اور جب کوئی آپ کے حکمتیار کو امریکہ کا یار کہے، تو اس پر آپ کے تمام ہم نوا مثلاً ہارون الرشید وغیرہ سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ اور ان بیچاروں نے تو اپنے اوپر ہمارے اکابرین کی تضحیک

# انجیل کے موجودہ تمام نسخے غیر معتبر ہیں

## قدیم اور جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ اہل اسلام کا موقف حق ہے

از قلم ۔ حافظ محمد اقبال رنگونی (مانچسٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک خبر کے مطابق مشہور عالمی جریدہ ٹائم نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں رپورٹ شائع کی ہے کہ کیلفورنیا (امریکہ) میں دنیا کے چوٹی کے محققین کا ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائیبل کی اصلیت کا تحقیقی جائزہ لیا گیا اور پچاس منتخب محققین نے بالاتفاق یہ فیصلہ سنایا کہ

یسوع مسیح کے حوالے سے عہد نامہ جدید کے نام سے جو کچھ بھی عیسائیوں میں پایا جاتا ہے ۔ اسکا بہت بڑا حصہ ناقابل اعتماد ہے انکی رائے میں یہوداننے وہ کچھ نہیں کہا جس کا ذکر عہد نامہ جدید میں ہے ۔ ان اسکالرز نے دوسرے حواری متی ۔ مرقس ۔ لوقا اور ریوحنا کی یہودا کے خلاف شہادتوں کو مسترد کرتے ہوئے ان چاروں کو ناقابل اعتماد ٹھہرادیا ہے اور کہا ہے کہ یسوع مسیح کی پیدائش حیات ثانی خطاب کو اور کئی دوسرے حوالوں سے ان چاروں مذکورہ حواریوں کی اناجیل کو مسترد کر دیا جانا چاہیے (ہفت روزہ تکبیر کراچی 16 مئی 96 )۔

کیلفورنیا میں منعقدہ سیمینار کے جن چوٹی کے عیسائی محققین نے یہ فیصلہ سنایا ہے اہل اسلام کیلئے یہ کوئی انوکھا فیصلہ نہیں ہے اور نہ ہی پہلی مرتبہ یہ راز کھلا ہے کہ انجیل کے تمام نسخے ناقابل اعتبار ہیں اور ان کا اس انجیل سے کوئی تعلق نہیں جو سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی ۔ عیسائیت کی ابتدائی صدیوں میں ہی تحریف و تبدیل کا یہ کھیل کھیلا جاچکا ہے اس وقت کے محققین بھی اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں کہ انجیل کے بے شمار مقامات تحریف کی زد میں آچکے ہیں اب نہ تورات اپنی شکل میں محفوظ ہے اور نہ ہی انجیل کی اصلیت کا دعویٰ قابل قبول ہے ۔ یہ محققین ان وجوہات کو بھی زیر بحث لائے ہیں جس کی وجہ سے یہ کتابیں تحریف کا شکار ہوئیں ۔ ہمیں اس وقت ان وجوہات کی تفصیل سے کوئی سروکار نہیں بتلانا صرف یہ ہے کہ خود عیسائی محققین یہ مان چکے ہیں کہ خدائی کتابیں انسانی ہاتھوں میں کھلونا بن گئیں ۔ اور وقتاً فوقتاً ان صحائف میں ردوبدل ہوتا رہا ۔ خارجی دلائل تو اپنی

جگہ رہے خوداس کتاب کی داخلی شہادتیں اسکے محرف ہونے کا کھلا اعلان کررہی ہے۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ عیسائیت کے موجودہ کچھ مذہبی پیشواوں (بالخصوص برصغیر کے عیسائی رہنماوں) کا اصرار ہے کہ موجودہ بائیبل درحقیقت وہی تورات اور انجیل ہے جو سیدنا حضرت موسیٰ اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو ملی تھی وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ گو کہ ان کتابوں کے اصل نسخے دنیا میں کہیں نہیں پائے جاتے تاہم اسکے موجودہ تراجم ان اصلی کتابوں کے درست ترجمے ہیں محض زبان کے بدلنے سے کہیں کہیں اختلاف نظر آتا ہے یہ حضرات اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کیلئے قرآن کریم سے بھی دلیل لاتے ہیں اور مغالطہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس کتاب (جواس وقت انکے ہاتھوں میں عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے نام سے ہے) کی پوری پوری تائید و تصدیق کی ہے۔

عیسائی علماء کا یہ موقف کہ موجودہ بائیبل بعینہ وہی تورات اور انجیل (یااسکا صحیح ترجمہ) ہے دلائل وشواہد کی رو سے بالکل بودا اور بے جان ہے۔ اعلیٰ درجے کے محققین یہ واضح کر چکے ہیں کہ تورات وانجیل کی اصلیت کا دعویٰ کسی صورت درست نہیں۔ بحث ومباحثہ تحقیق و تفتیش اور ناقدانہ تجزیہ کے نتیجہ میں یہ بات اظہر من الشمس ہوچکی ہے کہ یہ کتابیں ہرگز وہ نہیں جو انبیاء کرام کو ملی تھیں۔ رہی بات ان تراجم کے صحت کی تو یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ اس میں لاکھ اختلاف تضادات اور غلط بیانیوں کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ قوموں کی عداوتوں اور مخاصمت نے اس کتاب کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور اب اسکی اصلی شکل کا کہیں اتہ پتہ نہیں ملتا۔

موجودہ مذہبی پیشواوں کو اگر محققین سابقین کی ان تحقیقات سے اتفاق نہ بھی ہو تو بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا خود بائیبل کی داخلی شہادتیں اس قدر قوی ہیں کہ اب اسے جھٹلانا اور اسکا انکار کرنا کرنا حماقت ہوگا۔

قرآن کریم نے بہت پہلے ان مجرموں اور محرفوں کے اس جرم عظیم کو یحرفون الکلم عن مواضعہ فرما کر بے نقاب کردیا ہے قرآن کریم کی بیان کردہ سچائی اور کھلتی اور نکھرتی جاتی ہے گزشتہ چند سالوں سے بائیبل کی حقیقت اور اصلیت پر جو جاندار تبصرے ہورہے ہیں اس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ قرآن کریم کا یہ اعلان بالکل مبنی بر حقیقت ہے۔ قدیم اور جدید محققین کی تحقیقات اور بائیبل کی داخلی شہادتوں کی روشنی میں یہ دعویٰ بالکل حق بجانب ہے کہ عہد نامہ جدید (جوانجیل کے نام سے پیش کیا جاتا ہے) وہ انجیل ہرگز نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی اور جسکی منادی آپ مختلف مقامات پر کرتے رہے یہ مختلف مصنفین کے اپنے مجموعے ہیں انہیں آسمانی قرار دینا اہل عقل و خرد کا کام نہیں ہوسکتا۔

عصر حاضر کے پچاس کے قریب عیسائی محققین کا یہ دعویٰ اور یہ فیصلہ کہ عہد نامہ جدید کا بھی بہت بڑا حصہ ناقابل اعتماد ہے اور ان سب کو مسترد کردیا جانا چاہیے عیسائی مذہبی پیشواوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جو مذہبی پیشوا خالی الذہن ہو کر ان حقائق کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ

بات کھل جائے گی کہ یہ فیصلہ صرف عیسائی مفسرین اور محققین کا ہی نہیں بلکہ بذات خود عہد نامہ جدید (اور عہد نامہ قدیم) کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

سو عیسائی مذہبی پیشواوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بے جان موقف پر اصرار کرنے کی بجائے حقائق کا سامنا کریں اور اس مذہب کا دامن تھام لیں جس کی کتاب اپنے اول دن سے آج تک جوں کی توں محفوظ بھی ہے اور موجود بھی۔ نہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔ اور نہ ہوسکتی ہے۔ قرآن کریم کی محفوظیت کا دعویٰ صرف اہل اسلام ہی نہیں کرتے بلکہ غیر مسلم محققین بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کر چکے ہیں۔ مشہور فرانسیسی مستشرق ڈیموہبین نے اسلام کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

منصف مزاج آدمی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تلاوت کرتے تھے (التفکیر الفلسفی فی الاسلام ص 44 از دکتور عبدالحلیم محمود) معروف عیسائی مورخ مسٹر باؤسے کا کہنا ہے کہ۔

قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں تیرہ سو برس سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جو معمولی طور سے بھی قرآن کے مقابلے میں پیش کی جاسکے (ماخوذ از دہریت سے اسلام تک ص 239)

اور آئیے اس پیغمبر گرامی قدر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کا شرف حاصل کیجئے جنکے تشریف لانے کی پیشگوئی خود سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے ہیں۔ آپ وہی پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں جنکی مبارک زندگی کا ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے ہے اب آپ ہی کی اتباع سے بھٹکتی ہوئی دنیا کو سکون مل سکتا ہے اور دین دنیا کی نجات آپ کی ہی اتباع میں منحصر ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جب انکے سامنے حقائق کھل جائیں تو وہ اسے قبول کر لیتے ہیں اور بد نصیب ہیں وہ افراد جو حقائق کے سامنے ہونے کے باوجود اپنی ضد اور انا پر ڈٹے رہتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

## بقیہ افکار و تاثرات

برادر محترم مولانا راشد الحق صاحب

مدیر الحق صاحبزادہ مولانا سمیع الحق نبیرہ مولانا عبدالحق رح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

آج روزنامہ خبریں اسلام آباد اور ماہنامہ الحق کا خصوصی شمارہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی آپ نے جس انداز سے طالبان کی حمایت کی ہے اس سے دراصل الحق کی پرانی یاد تازہ کردی ہے خاص کر مولانا شیر علی شاہ صاحب اور مولانا امجد صاحب نے جو ادیبانہ عالمانہ بلکہ مجاہدانہ طرز تحریر اختیار کی ہے وہ یقیناً قابل داد ہے اللہ تعالیٰ الحق کو مزید حق کی ترجمانی نصیب فرمائے آپ کی ابتدائی صحافت اور ادیبانہ کوششیں الحق کیلئے مزید ترقی کا ذریعہ بنیں گی۔ ہماری دلی دعا ہے کہ فیضان مدنی میزاب حقانی سے یوں ہی جاری وساری رہے۔
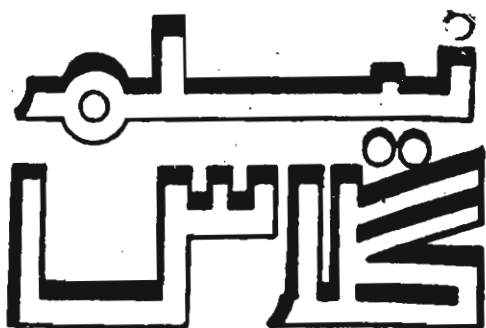
فقط والسلام

# خواب کی دینی حیثیت

آخری حصہ :

ڈاکٹر غلام قادر لون

شارحین حدیث نے اس حدیث کی مختلف شرحیں کی ہیں ۔ امام خطابی ( ۳۱۹ - ۳۸۸ھ ) نے اس سلسلہ میں علماء کے تین اقوال نقل کیے ہیں ۔

۱ - بعض علماء کی رائے ہے کہ وحی کی ابتداء سے لے کر وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ سال دنیا میں رہے ۔ مکہ میں آپؐ نے ۱۳ سال اور مدینہ میں ۱۰ برس قیام کیا ۔ مکہ میں پہلے چھ ماہ تک آپؐ کے پاس خواب میں وحی آتی رہی ۔ یہ آدھ سال کی مدت ہے اس لیے یہ مدت نبوت ( کی مدت کا ) ۴۶ واں جز ہوگی ۔

۲ - بعض دوسرے علماء کا قول ہے کہ رؤیا نبوت کے موافق ظاہر ہوتا ہے یہ نہیں کہ نبوت کا باقی حصہ ہے یہی اس کے معنی ہیں ۔

۳ - علماء کے ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ علم نبوت کے اجزاء کا باقی جز ہے ۔ نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں ہے اور اسی معنی میں یہ حدیث ہے ۔

| | |
|---|---|
| ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات | نبوت چلی گئی اور مبشرات رہ گئیں ، اچھا |
| الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم | خواب جسے مسلمان دیکھے یا اس کے لیے کوئی |
| او ترٰی لہ [1] | دوسرا دیکھے ۔ |

ان احادیث و آثار اور اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور خواب میں کس قدر گہرا رشتہ ہے ۔ انبیاء کرام کے خوابوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ یہ وحی ہوتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں [2] عبید بن عمیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے انبیاء کرام کے خواب کو وحی بتاتے ہوئے قرآن کی یہ آیت پڑھی ۔

| | |
|---|---|
| اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ | ( ابراہیمؑ نے کہا ) میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ |
| فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ | میں تمہیں ( اسماعیلؑ کو ) ذبح کر رہا ہوں تو اب |
| افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۔ | بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے ؟ اسمٰعیل نے کہا ، ابا جان آپ |
| ( الصافات : ۱۰۲ ) [3] | وہ کر جایئے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے ۔ |

امام خطابی کا کہنا ہے کہ انبیاء کو خواب میں بھی وحی بھیجی جاتی تھی جس طرح انہیں بیداری میں وحی بھیجی جاتی ہے [4]

---

[1] امام خطابی ۔ معالم السنن مع سنن ابی داؤد ، کتاب الادب باب ۹۶ ما جاء فی الرؤیا حدیث : ۵۰۱۷ ، ۵ : ۲۸۱ ، ۲۷۹

[2] معالم السنن ، حدیث ۵۰۱۸ ، ۵ : ۲۸۱

[3] المستدرک ، کتاب تعبیر الرؤیا ، ج ۴ : ۳۹۶

[4]

امام ابن قیم (۶۹۱ھ - ۷۵۱ھ / ۱۲۹۲ - ۱۳۵۰ء) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب وحی کا ذکر کرتے ہوئے پہلے نمبر پر رویائے صادقہ کا ذکر کیا ہے [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول رویائے صادقہ (سچے خوابوں) سے شروع ہوا۔ اس زمانہ میں آپؐ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح سامنے آتی تھی [2] نبوت کی ۲۳ سال مدت کے دوران آپؐ برابر خواب کے ذریعہ خوشخبریوں سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ بارہا آپؐ کو خواب میں مستقبل کے واقعات سے آگاہ کیا گیا۔ جنت وجہنم کی سیر کرائی گئی اور ابرار و فجار کی جزا و سزا کا مشاہدہ کرایا گیا۔ احادیث وسنن کی کتابوں میں ان خوابوں کی روایات اتنی کثرت سے منقول ہیں کہ ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

خواب میں آپؐ کو بعض ایسے امور سے آگاہ کیا گیا جو بعد میں واقع ہوئیں مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۹ق ھ - ۵۸ھ / ۶۱۳ - ۶۷۷ء) کے ساتھ نکاح سے پہلے آپؐ کو خواب میں ان کی تصویر حریر کے کپڑے میں دوبار دکھائی گئی اور کہا گیا کہ یہ آپؐ کی زوجہ ہیں [3]

اللہ نے ہجرت سے پہلے خواب میں آپؐ کو مدینہ منورہ کی سرزمین کا مشاہدہ کرایا اور جنگ احد میں شہید ہونے والوں کی شہادت سے آگاہ کیا۔ آپؐ کا بیان ہے "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور تھے۔ میرا خیال گزرا کہ یہ سرزمین یمامہ یا ہجر ہے مگر وہ مدینہ یثرب نکلی۔ میں نے اسی خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی تو وہ بیچ میں سے ٹوٹ گئی۔ یہ وہ مصیبت تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں پر پڑی۔ پھر میں نے اسے ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی ہوگئی۔ یہ وہ فتح تھی جو اللہ نے ہم کو عطا کی اور مومن جمع ہوئے۔ میں نے اس خواب میں ایک گائے (ذبح ہوتی ہوئی) دیکھی اور یہ لفظ سنا کہ اللہ کا ثواب حاصل کرنا بہت اچھا ہے۔ وہ گائے تو مومن لوگ تھے جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور وہ ثواب وہ تھا جو اللہ نے بدر کے بعد ہم کو نصیب فرمایا [4]

حضرت عبداللہ بن عمر (۱۰ق ھ - ۷۳ھ / ۶۱۳ - ۶۹۲ء) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

[1] ابن قیم الجوزیہ۔ زاد المعاد، تحقیق شعیب الارنؤوط / عبدالقادر الارنووط بیروت الطبعۃ الثامنۃ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء ۱: ۷۸

[2] صحیح البخاری۔ کتاب التعبیر باب اول ما بدی بہ رسول اللہ..... حدیث: ۶۵۶۴، ۴/۲: ۹۴ - ۹۷

[3] صحیح البخاری۔ کتاب التعبیر باب کشف المرأۃ فی المنام وباب ثیاب الحریر فی المنام حدیث: ۶۵۹۲ وحدیث: ۶۵۹۳، ۴/۲: ۱۱۶ - ۱۱۷ [4] صحیح مسلم۔ کتاب الرؤیا حدیث: ۲۰ (۲۲۷۲) ۲/۴: ۱۷۸۰ - ۱۷۸۰ سنن ابن ماجہ۔ کتاب تعبیر الرؤیا باب ۱۰ تعبیر الرؤیا حدیث: ۳۹۲۱، ۲/۲: ۱۲۹۲ -

خواب بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا گویا ایک کالی عورت پریشان حال مدینہ سے نکل کر مہیعہ میں جا ٹھہری ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ مدینہ کی وبا مہیعہ جسے جحیفہ کہتے ہیں منتقل کی گئی ہے [۱]

ایک مرتبہ آپؐ حضرت عبادہ بن الصامت کی زوجہ حضرت ام حرام بنت ملحان (م ۲۸ھ / ۶۴۸ء) کے گھر میں دن کو آرام فرما تھے۔ آپؐ ہنستے ہوئے جاگ گئے۔ حضرت ام حرام نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنستے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "میری امت کے چند لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سمندر کے بیچ میں جہازوں پر سوار تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی طرح دکھائے گئے۔ حضرت ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان لوگوں میں شامل کرے۔ حضورؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور سر رکھ کر سو گئے پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ حضرت ام حرام نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ کس سبب سے ہنستے ہیں؟ فرمایا "میری امت کے چند لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش ہوئے جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ حضرت ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے خدا مجھے ان لوگوں میں شامل کرے۔ آپؐ نے فرمایا "تم پہلوں میں شامل ہو" حضرت ام حرام (قبرص پر حملہ کے موقع پر) جہاد کے لیے سمندری سفر پر روانہ ہوئیں۔ جب سمندر سے نکل کر سواری پر بیٹھ گئیں تو سواری سے گر کر شہادت پائی [۲]

جھوٹے مدعیان نبوت کی اطلاع بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دی گئی آپؐ کا بیان ہے۔ میں رات کو سویا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں وہ مجھے برے معلوم ہوتے پھر خواب ہی میں مجھ پر وحی کی گئی کہ میں ان دونوں پر پھونک ماروں۔ میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ اڑ گئے میں نے ان دونوں کی تعبیر یہ لی کہ میرے بعد دو کذاب نکلیں گے ان میں ایک عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے [۳]
بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے ان کی تعبیر یہ لی کہ یہ دونوں کذاب ہیں جن کے درمیان میں ہوں۔ ان میں ایک صنعاء والا (عنسی کذاب) اور دوسرا یمامہ والا (مسیلمہ کذاب) [۴]

خواب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات حدیث کی کتابوں میں مروی ہیں۔

---

[۱] صحیح البخاری۔ کتاب التعبیر باب المرأۃ السوداء و باب المرأۃ الثائرۃ الراس حدیث ۶۶۱۵، ۶۶۱۶، ۲م: ۱۳۲، ۱۳۳

[۲] صحیح البخاری۔ کتاب التعبیر باب الرویا بالنہار حدیث: ۶۵۸۳، ۲م: ۱۱۰-۱۱۱

[۳] صحیح البخاری۔ کتاب بدء الخلق باب وفد بنی حنیفہ حدیث: ۴۰۷۴، ۲؍ ۱۹۳: ۱۹۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا باب تعبیر الرویا، حدیث: ۳۹۲۱، ۲: ۱۲۹۲۔

[۴] صحیح البخاری۔ کتاب تعبیر الرؤیا، باب النفخ فی المنام حدیث: ۶۶۱۳، ۲م: ۱۲۱-۱۲۲

ان سے خواب کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ علم تعبیر کے رہنما اصولوں کی نشاندہی جس قدر وضاحت کے ساتھ آپ نے فرمائی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ اصول مسلمانوں ہی میں نہیں دوسری قوموں کے معبرین کے یہاں بھی مسلمہ ہیں۔

خواب دیکھنے والے اور معبر کے لیے سب سے پہلا مرحلہ وہ ہوتا ہے جب رؤیا اور حلم میں خلط ملط ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات معبر جس چیز کو حلم سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے وہ رؤیا ہوتا ہے اس کی مثال خود قرآن مجید میں ہے۔ بادشاہ مصر نے معبرین سے خواب کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے اضغاث احلام کہہ کر تعبیر دینے سے معذوری ظاہر کی۔ بعد میں حضرت یوسفؑ نے اس خواب کی تعبیر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا اور حلم (پریشان کن خواب) کا فرق واضح فرمایا۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان [1] | رؤیا اللہ کی طرف سے اور حلم شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ |

چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹا گیا اور وہ لڑھکتا جاتا تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خواب میں شیطان کے چھیڑ چھاڑ کا ذکر لوگوں سے نہ کیا کرو [2] یا جب تم میں کسی کے ساتھ خواب میں شیطان چھیڑ چھاڑ کرے تو لوگوں سے اس کا تذکرہ نہ کرے [3] آپؐ صحابہ سے اکثر فرمایا کرتے تھے "جب تم میں کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کیلئے اللہ کا شکر کرے اور اس کا تذکرہ کرے جب اس کے برعکس ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے پس اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا [4]
ایک حدیث میں شیطانی خواب دیکھنے پر اس سے پناہ طلب کرنے اور بائیں طرف تھوکنے کی ہدایت کی گئی ہے [5]
ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ تین بار بائیں طرف تھتکارے [6]

---

[1] صحیح البخاری۔ کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ حدیث : ۶۵۶۶، ۴، ۲ : ۹۸

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الرؤیا باب۲ لایخبر بتلعب الشیطان حدیث : ۱۵ (۲۲۶۸) ۲ : ۱۷۷۶۔ ۱۷۷۷

[3] سنن ابن ماجہ۔ کتاب الرؤیا باب۵ من لعب بہ الشیطان فی منام حدیث : ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۲ : ۱۲۸۷

[4] صحیح البخاری۔ کتاب التعبیر باب اذارای مایکرہ حدیث : ۶۶۲۲، ۴، ۲ : ۱۳۶

[5] صحیح البخاری، کتاب التعبیر باب الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءً من النبوۃ حدیث : ۶۵۶۸، ۴، ۲ : ۹۹

[6] سنن الترمذی، کتاب الرؤیا باب۵ اذا رای فی المنام مایکرہ مایصنع حدیث : ۲۲۷۷، ۴ : ۵۳۵۔ ۵۳۶

# افکار و تاثرات

## قارئین بنام مدیر

عزیز القدر جناب محترم مولانا راشد الحق صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ الحق کا تازہ پرچہ مل گیا عربی حصہ اس کا نیا معلوم ہوا میں نے مضمون مفاہیم پڑھ ہی لیا تھا کہ طالبان اسلام کی کامیابی کا مژدہ جان فزا سامعہ نواز ہوا جس سے جسم وجان کو تازگی اور روح وایمان کو تقویت پہنچی والحمدللہ حمداً کثیراً وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔
شکر ہے (س) کا وفد نشان سعادت ثابت ہوا حضرت مولانا مدظلہ کا قومی صحافت کے نامہ نگاروں کو ساتھ لے جانا نہایت مناسب اور بروقت تھا۔ جو لوگ ان بوریا نشینوں کو گوشہ خاطر میں نہیں لارہے تھے بلکہ ان میں سے بعض کے اقلام ان مجاہدین اسلام کے خلاف زہر اگل رہے تھے ان کو اپنے ہی جرائد اور اخبارات میں لکھنا پڑا کہ طالبان کے حدود اختیارات میں شریعت اسلامیہ عملاً نافذ ہے اور جہاں پوری دنیا مقتل عوام اور بدامنی وفسادات سے کرہ نار بنی ہوئی ہے وہاں خطہ طالبان میں آج پورا امن وامان ہے۔ اور ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ یہ مولائے حقیقی جل شانہ کے ساتھ ان کے سچے اور صحیح تعلق کا کھلا نشان ہے۔

کاش کہ ہمارے ملک کے نظام اسلام کے دعویدار جماعتوں کی آنکھیں کھل جاویں اور یہ حضرات بھی ملاحدہ اور زنادقہ کے سامنے واضح اسلام کو کھل کر بیان کرنے سے نہ شرمائیں تو یہاں بھی تحت الثریٰ سے طالبان اسلام کی کوئی جماعت غیب سے نکل کر قرون اولیٰ کی تاریخ دھرا سکتی ہے

ع مردے از غیب بیرون آید کارے بکند۔۔۔ اور

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں جو ہو ذوق عمل پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

نجیب منکرین خدا کے آخری گماشتہ کو تختہ دار پر لٹکا دینے سے امریکہ سمیت پورا عالم کفر لرزہ براندام ہے۔ کہ مسلم قوم کے مردہ جسم میں یہ روح کس مسیحا نے پھونک دی ہے اور ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ جرات مندانہ اقدام یہ ہے کہ امریکہ جیسی اسلام دشمن بلکہ صحیح یہ کہ انسان دشمن پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھنے والی حکومت کی نمائندہ صحافی عورت کو بیک اشارہ انگشت گیٹ آوٹ کر دیا کہ مسلمانوں کی اس مجلس میں بے پردہ عورت کا بیٹھنا اسلام کے خلاف ہے جسے ایک سچی مسلمان حکومت ہر گز برداشت نہیں کر سکتی فللہ درھم وعلی اللہ اجرھم ونصرھم

بہر حال طالبان کا ڈیڑھ سالہ ماضی اور حال نہایت درخشاں ہے مستقبل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہر اسلام خواہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ رب ذوالجلال سے گڑ گڑا کر رات دن دعا کرتا رہے کہ وہ ذات پاک نفاذ شریعت اسلامیہ میں قدم قدم پر ان طالبان باایمان ونافذان اسلام کا ہر حال میں حامی، حافظ وناصر رہے

۷۸۳

آمین بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ من التسلیمات اکملہا ومن الصلوٰۃ افضلہا نجیب کے قتل پر
روس اور روسی نظام کے پجاری بہت ہی چراغ پا ہیں۔
انسانی ہمدردی سے نڈھال یہ لوگ اس وقت کہاں تھے جبکہ اسی نجیب کے ہاتھوں لاکھوں
مسلمان اس لئے شہید ہوئے ہو رہے تھے کہ ع اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں
خمینی انقلاب کے بعد ایران میں جو کچھ ہوا کس سے پوشیدہ ہے اس وقت ان کی انسانی
ہمدردی کی رگ کیوں نہیں پھڑکی۔ پاکستان میں کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں ابھی کل ملتان میں خانہ
خدا میں نماز پڑھتے ہوئے 28 دین پڑھنے والے قرآن کریم یاد کرنیوالے جن میں نابالغ معصوم بچے
بھی تھے شہید کر دیے گئے کیا وہ انسان نہیں تھے کیا وہ انسانی ہمدردی کے مستحق نہیں تھے کتنی جگہ
ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئیں اور کتنی مجالس عامہ اور خاصہ میں ان کیلئے دعائے مغفرت رفع
درجات اور ان کے پسماندگان کیلئے دعائے صبر اور مستقبل میں دعائے حفاظت کی گئیں۔ اور جہاں
دعائیں ہوئیں۔ ان میں روسی ایجنٹوں کی تعداد کتنی تھی اقوام متحدہ کو غیرت دلائی جارہی ہے کہ ان کے
دفتر میں محفوظ آدمی کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ گویا طالبان کا یہ جرم نہایت ہی ناقابل معافی ہے۔
یہ لوگ اگر مسلمان ہیں تو وہ کیا کہینگے سردار دوجہان فخر آدم و آدمیان رحمت عالم و عالمیان
احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جنہوں نے فتح مکہ کے وقت بدبخت مرتد ابن
خطل کو جو توہین رسالت کا مرتکب تھا اس وقت بھی قتل کرادیا جبکہ وہ بیت اللہ الحرام کے پردوں میں
چھپ کر محفوظ ہونا چاہتا تھا
بہرحال طالبان افغانستان کا ماضی اور حال درخشندہ ہے رب کریم ان کا مستقبل بھی تابندہ
کھے ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔
کستان میں یقیناً اس فتح مبین پر مبارک کا اولین مستحق آپ حضرات اور الحق کا پورا ادارہ اور حضرت
تمم دارالعلوم حقانیہ کو سمجھتا ہوں اور اس لئے قلم برداشتہ ان سطور بالا کے ذریعہ اپنی طرف سے نجم
مدارس کلاچی کے اساتذہ اور طلبہ کی جانب سے اور تحریک عمل برائے نفاذ شریعت کے اراکین او
اونین کی طرف دلی مبارک پیش کرتا ہوں و نعوذ باللہ من الحور بعد الکور
ر قبول افتد زہے عز و شرف۔ والسلام
ناکارہ عبدالکریم غفر لہ ولوالدیہ مھتمم نجم المدارس کلاچی

لبان کے خصوصی نمبر کے حوالے سے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب صدر ملی یکجہتی کونسل وصدر جمعیۃ
مائے پاکستان کے تاثرات۔ مولانا سمیع الحق صاحب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ الحق کا یہ خصو
رہ مجھے ازحد پسند آیا اور رات کو ایک بجے تک اس کے اداریے اور دوسرے مضامین کے مطالعہ
روف رہا۔ خصوصاً اداریہ میں افغان صورت حال پر جس انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ قابل تحـ
ہ۔ مولانا سمیع الحق نے جب ان کو ایڈیٹر کے بارے میں بتایا کہ یہ میرے فرزند کی تحریر ہے تو
ں نے انتہائی استعجاب کے ساتھ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ الولد سر لابیہ
اپنی نیک تمناؤں اور دعاؤں کا اظہار کیا۔

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

***PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED***

Regd. No. P-90
Monthly **AL-HAQ** Akora Khatak.